شری ستگورو دیوائے نمہ

ماہوار رسالہ




شری آنندپور ٹرسٹ

NOVEMBER, 1968








नवम्बर, १९६८

شری ستگورو دیوائے نمہ

# ماہوار رسالہ آنند سندیش شری آنند پور صاحب

جلد ۱۶
نمبر ۷
نومبر
۱۹۶۸ء
سالانہ چندہ
سات روپے
فی پرچہ ۶۰ پیسے
غیر ممالک کے لئے
سالانہ چندہ
گیارہ روپے

## فہرست مضامین



پبلشر و پرنٹر شری آنند پور ٹرسٹ۔ مقام شری آنند پور ضلع گنہ (مدھیہ پردیش) نے
کمل لیتھو پریس چاوڑی بازار دہلی سے چھپوا کر دفتر آنند سندیش شری آنند پور سے شائع کیا۔

# کاریالیہ آنند سندیش سے حسب ذیل پستکیں ہر وقت مل سکتی ہیں

## ست سنگ پستکیں

| | | |
|---|---|---|
| آنند شبد سار | گورمکھی و ہندی | ۴/۰۰ |
| آنند ساگر | ہندی | ۵/۰ |
| بھگتی ساگر | ہندی | ۳/۵۰ |
| بھگتی ساگر | اردو | ۲/۵۰ |
| بھگتی ساگر | پنجابی گورمکھی | ۳/۵۰ |
| بھگتی دیپک | ہندی | ۳/- |
| بھگتی دیپک | اردو | ۳/- |
| سہج ساگر | گورمکھی قیمت | -/۵۰ |
| بچن ساگر | گورمکھی " | -/۵۰ |
| بچن ساگر | اردو ہندی | -/۷۵ |
| آنند رامائن جلد اول | ہندی | ۱/۲۵ |
| آنند رامائن جلد دوم | " | ۱/۵۰ |
| آنند سار بانی | " " | ۳/- |
| گوربانی سار | ہندی گورمکھی | ۲/- |

## بھجنوں کے گٹکے

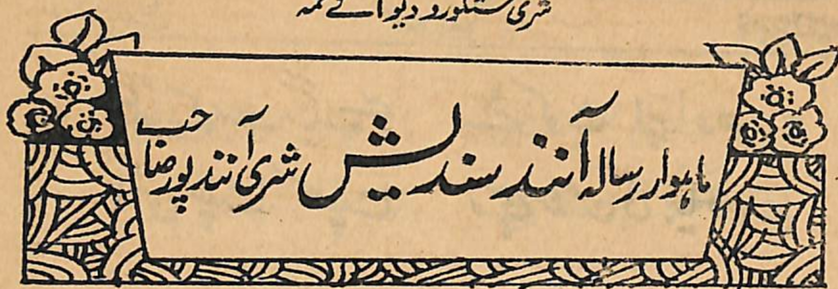
| | | | |
|---|---|---|---|
| آنند بھجناولی | ہندی | قیمت | ۱/- |
| " " | گورمکھی | " | ۱/- |
| پریم شبداولی | ہندی | " | ۱/۲۵ |
| " " | گورمکھی | " | ۱/- |

ڈاک خرچ ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا

ملنے کا پتہ

کاریالیہ آنند سندیش ڈاکخانہ شری آنندپور ضلع گنہ

شری ستگورو دیوائے نمہ




جلد ۱۶ | نومبر سنہ ۱۹۶۸ء بمطابق ماہ مگھر سمت ۲۰۲۵ بکرمی | نمبر ۷

# گورو بندنا

## دوہا

سمرتھ ستگورو پرش کے — چرن کمل دھر سیس
بار بار بندن کروں — مانگوں شبھ آسیس

جن چرنن پرتاپ سے — مٹے موہ بھرم بھید
نشٹ ہوئے من کے سکل — روگ شوک اور کھید

شرن لی گورو دیو کی — کٹی کال کی پھاس
جنم مرن کا بھے نہیں — نہیں لاگے جم تراس

ستگور کے ست سنگ سے — مٹے کوٹ اپرادھ
ناشی چنتا کلپنا — رہی نہ من کی بیادھ

پورن ستگور کے ملے — دُکھ دُبدھا نہ رہے
گیان سبھانو پرکاش سے — اندھکار ناشے

گتی متی پلٹے جیو کی — ستگور کے ست سنگ
میل دُھلے سب پاپ کی — لگے نام کا رنگ

ستگور اپنے شش کو — ست مارگ درسائے
پرمارتھ پتھ کے سکل — گپت بھید سمجھائے

دُور کرے کٹھنائیاں — بپت کلیش انیک
جیو نہ مارگ چل سکے — بن ستگور کی ٹیک

جنم مرن دُکھ پھند سے — ستگور لیا چھڑائے
نج کرپا کٹاکش سے — اٹل دھام پہنچائے

جیو بندھا کئی جنم سے　　　مایا جال جنجال
بن ستگور چھوٹے نہیں　　　تین لوک ترے سکال

کوٹ جتن گورو بن کرے　　　مول نہ سکھ پاوے
دکھ بھوگے بہو جونی میں　　　جیوا شانت رہے

دیا جو ستگور دیو نے　　　چھن میں پھندا کاٹ
نربندھن نر بھئے ہوا　　　جائے نہ جم کی باٹ

رتن امولک نام کا　　　پایا گور کی ہاٹ
جیو ہوا دھنونت یہ　　　اُتم بھاگیہ للاٹ

نام خزانہ شش کو　　　ستگور بخش دیا
دکھ درد رکئی جنم کا　　　پل میں دور کیا

نردھن نربل جیو ہے　　　یاچک گور کے دوار
داتا ہے ستگور دھنی　　　بخشے دات اپار

ایسی گورُ کی دات ہے		جا کا مول نہ تول
بھگتی مُکتی دھن جن دیا		بنا دام بِن مول

ستگورُ سنت سُجان کے		چرن کمل بلہار
آٹھ پہر جو کرت ہیں		بِن سُوارتھ اُپکار

گُن اوگُن دیکھے نہیں		داسن داس کے ناتھ
پار کرے بھو سندھو سے		دیکر اپنا ہاتھ

(اِتی شبھُم)

## ضروری نویدن

۱۔ جن پریمیوں کا چندہ ختم ہو وہ اپنا چندہ بھیجتے وقت اپنا چِٹ نمبر جو کہ آنند سندیش کے اوپر پاتے والی چِٹ پر دیا ہوتا ہے وہ منی آرڈر کے کوپن پر ضرور لکھیں۔

۲۔ اپنا پورا پتہ صاف صاف ہندی یا انگریزی منی آرڈر کے کوپن پر ضرور لکھیں۔

۳۔ خط لکھتے وقت بھی اپنا چِٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ تاکہ آپ کی ڈاک کی جلدی تعمیل ہو سکے۔

# بشواس کیجئے:-

● ——— کہ سچی لگن اور زبردست خواہش ہی ہر ایک کام میں کامیابی حاصل کرنے کی کُنجی ہے۔ بے شمار جنموں سے اپنے مالک یا پرماتما سے بچھڑا ہوا اور اُس کے چرنوں سے دُور پڑا ہوا جیو تبھی اپنے مالک کی نزدیکی حاصل کر سکتا، اُس کا درشن دیدار پا سکتا اور اُس سے ملکر اس کی دولت میں واصل ہو سکتا ہے جبکہ جیو کے دل میں مالک سے ملنے اور اُس کا درشن دیدار حاصل کرنے کی زبردست تڑپ، خواہش اور سچی لگن پیدا ہو۔ مالک کے چرنوں سے جیو کی دُوری اور جُدائی کا محض یہی سبب ہے کہ اس کے دل میں ابھی مالک کے دیدار اور وصال کے لئے تڑپ یا لگن ہی پیدا نہیں ہوئی۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ اپنے باطن ہی میں سمائے ہوئے پرماتما کے دیدار سے محروم رہ کر یہ جیو تمام دُنیا کی مایا جال میں بھٹکتا اور من کے وکاروں کے زیر رہ کر دُکھی و پریشان ہوتا ہے۔

● ——— کہ یہ ایک اٹل قدرتی قانون ہے کہ جہاں سچی لگن اور چاہ ہوتی ہے، وہاں ملنے کی راہ بھی ضرور ہوتی ہے۔ انسان کے خیال، ارادہ اور خواہش میں قدرت نے ایک ایسی زبردست اور ناقابلِ تسخیر طاقت پوشیدہ کر رکھی ہے کہ اس طاقت سے کام لے کر وہ جس چیز کو بھی حاصل کرنے کا خیال کرے یا جسے پالینے کی خواہش کرے، اُسے یقیناً حاصل کر سکتا اور پا سکتا ہے۔ بشرطیکہ خیال یا ارادہ پختہ ہو اور خواہش یا چاہ زبردست اور مستحکم ہو۔ انسان کی سچی لگن، زبردست خواہش اور محکم چاہ کے سامنے قدرت کی جملہ طاقتوں کو بھی سر تسلیم خم کر دینے کیلئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ دُنیا کا ایسا کوئی بھی مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ کام نہیں، جسے کرنے کا ارادہ اور خواہش رکھنے والا اُسے کر نہ سکے بلکہ مُستقل

ارادہ۔ سچی لگن اور زبردست خواہش کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کو اگر فولادی دیواریں بھی کھڑی کردی جائیں، تو وہ بھی پلک جھپکتے میں موم کی مانند نرم اور لچکدار بن جاتی ہیں۔ لاکھوں طوفان بھی اگر راہ میں آجائیں، تو انسان کی زبردست لگن کا راستہ نہیں روک سکتے۔ اسی حقیقی تڑپ اور زبردست لگن کا ہی دوسرا نام عشق و محبت ہے۔

● ——— کہ انسان کے دل میں لگن اور تڑپ یعنی عشق و محبت کا جذبہ تو بے شک موجود ہے بلکہ یہ کہنا چاہئیے کہ قدرت نے اس کے دل میں محبت کا جذبہ نہایت فراخ دلی سے کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ پرماتما کا نند دیکی عزیز اور اس کا جزو ہو کر بھی عشق و محبت کے اس قدرتی جذبہ کو عام طور پر جو غلط رُخ میں استعمال کر رہا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ کہ جتنی لگن اور چاہ انسان کے دل میں مایا کے سامانوں اور دُنیاوی بھوگوں و عیش عشرتوں کو حاصل کرنے کی ہے۔ اگر اتنی ہی لگن اور چاہ مالک سے ملنے کی بھی انسان کے دل میں ہوتی۔ تو مالک کا درشن دیدار حاصل کرنا اور اُس کے نور سے اپنے دل و جان کو منور کر کے اُس مالک کی ذات میں واصل ہو رہنا اُس کے لئے کچھ بھی بڑی بات نہیں تھی۔

● ——— کہ جس قدر محبت اور جتنا پیار اپنے دُنیاوی عزیزوں، رشتہ داروں اور سمبندھیوں وغیرہ پر ایک دُنیادار انسان لُٹاتا رہتا ہے۔ اگر مالک کا پریمی بھی اپنے مالک پر اسی قدر پیار لُٹائے، تو یقیناً اُسے بدلے میں مالک کی طرف سے ہزاروں لاکھوں گُنا پیار اور پریم نصیب ہو سچے مالک کے فیضانِ رحمت کا دروازہ اُس کے لئے کھل جائے اور اُس کا دل مالک کے دیدار کے جلووں سے منور و تاباں ہونے میں ذرا بھی دیر نہ لگے۔ کتنے افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ دُنیا پرست انسان تو دُنیاوی عزیزوں اور ناطے داروں کی جھوٹی محبت یعنی موہ کی لگن میں سرشار ہو کر اُن کے لئے اپنا تن من دھن نچھاور کر دینے کو تیار رہتا ہے اور اُن پر ہزار جان سے قربان ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ یہ بھی خوب جانتا ہے کہ دُنیاوی رشتے ناطے [illegible] بے وفا ہیں .....

لیکن دوسری طرف وہ سچا مالک جس کے ساتھ جیو کا جنم جنم کا سمبندھ اور ناطہ ہے ، جس سے بڑھ جیو کا اپنا سگا اور حقیقی خیر خواہ کوئی بھی نہیں ، اپنے اُسی مالک کے عشق میں اتنی بھی قربانی دینے سے وہ ہچکچاتا ہے اور ساتھ ہی خود کو مالک کا پریمی و طلبگار بھی کہتا ہے ۔ دُنیا کے جھوٹے عشق میں سب کچھ نچھاور کر دینے اور اپنی جان تک داؤں پر لگا دینے والے اُن دنیا داروں سے زیادہ نہیں ، تو کم از کم اُن کے برابر قربانی تو مالک کے لگن رکھنے والے کو دینی ہی چاہیئے ۔

● ـــــ کہ ایک شخص جو دولت کا پجاری ہے ، وہ دولت جمع کرنے کی خاطر سب کچھ کر گذرتا ہے ۔ ایسی کونسی قُربانی ہے ، جو وُہ دولت کے لئے نہیں دے سکتا ؟ اسی طرح جو شخص اونچے مرتبہ اور بڑائی کو حاصل کرنے کی چاہ رکھتا ہے ، وُہ اُس کے لئے جان تک دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا ۔ اسی طرح جب کسی کو جس چیز کی سچی لگن یا عشق ہے ، وہ اس کے لئے کیا کیا نہیں کرتا ؟ جب جھوٹی دُنیاوی دولت اور جھوٹے مان مرتبے کی خاطر انسان اپنا سب کچھ قربان کر سکتا ہے ۔ تب بھگتی پریم کی بے بہا اور لازوال دولت کو حاصل کرنے یا مالک کے پیارے بھگت کا اعلیٰ رُتبہ پانے کے لئے بھی انسان کو کم از کم اتنا تو کرنا ہی چاہیئے ، جتنا کہ معمولی دنیادار لوگ دُنیا کی خاطر کرتے ہیں ۔

● ـــــ کہ جو مالک کا پریمی دل و جان سے مالک کو اپنا محبوب اور پیارا جانتا ہے ، وہ اپنے مالک کو پانے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جی جان نچھاور کر دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا ۔ اور جب وہ مالک کو دل و جان سے اپنا مانتا اور سب کچھ مالک کی خوشی کی خاطر کرتا ہے تو وہ سچا مالک بھی یقیناً اُسے اپنا عزیز اور پیارا جان کر خود اُس کا ہو رہتا ہے ۔ جس طرح دُنیاوی

سمبندھیوں اور عزیزوں کی خاطر قربان ہونے والا شخص اپنے دنیاوی سمبندھیوں رشتہ داروں کی خوشنودی حاصل کرتا اور اُنہیں اپنا بنا لیتا ہے۔ ویسے ہی مالک کے پریم میں تن پران نچھاور کرنے والے پریمی کو بھی مالک کی خوشنودی ورحمت اور اس کی مہر و برکت کا بے بہا تحفہ نصیب ہوتا ہے اور مالک ایسے پریمی کو دل وجان سے اپنا بنا لیتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

● —— کہ مالک کا سچا پریمی بھگت کہلانا آسان بات نہیں ہے۔ یہ حقیقی عشق اور لگن کا مضمون ہے۔ سچے پریمی کی راہ میں لاکھوں رکاوٹیں اور مصیبتیں آئیں، اس کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑے۔ سمندر اس کی راہ میں حائل ہو یا پہاڑ اس کا راستہ روکنے کو کھڑا ہو جائے تو بھی سچا پریمی کبھی ہمت نہیں ہارتا اور گھبراتا نہیں۔ اپنے مستقل ارادہ اور سچی لگن میں وہ ہرگز لغزش نہیں آنے دیتا جب معمولی اور بے بقا دُنیاوی چیزوں کی لگن میں دُنیا دار لوگ ہر آفت اور مصیبت کو خوشی خوشی جھیلتے ہیں اور اپنے ارادے کو کمزور نہیں ہونے دیتے۔ تو کیا مالک کا سچا پریمی اُن سے کس طرح پیچھے رہے گا؟

● —— کہ مالک کا پریم یا عشق ہی پریمی کی جان ہے۔ یہی اس کا دین دھرم اور ایمان ہے اس ایمان کو نبھانے اور پائندہ رکھنے کے لئے وہ اپنا سر بھی دے دینے کو ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ کون سے خطرات ہیں، جو پریمی بھگت اپنے بھگونت کی خاطر نہیں اٹھاتا؟ کونسا ایسا کام ہے، جسے کرنے کو وہ ہر دم تیار نہیں رہتا؟ جب حقیقی عشق کا دریا پریمی کے دل میں اُمڈ کر موجیں مارنے لگتا ہے، تو پریمی اس دریائے عشق میں غرق ہو کر اپنی ہستی

اور تمام دُنیا تک کو یکسر بھول جاتا ہے - پھر وہاں اُس کی ہستی یا اس کا وجود کہاں باقی رہتا ہے ؟ تب تو وہاں صرف حقیقی عشق یعنی پریم ہی پریم باقی رہتا ہے - اس کے سوا جو کچھ بھی ہے ، وہ سب پریم کے لا انتہا سمندر میں غرقاب ہو جاتا ہے -

● ——— کہ جب ایسی حقیقی اور زبردست لگن یا سچی تڑپ کسی پریمی کو نصیب ہوتی ہے تو اُسے نہایت خوش نصیب اور بھاگیہ بخت کہنا چاہیئے - کیونکہ پھر اُس میں اور مالک کی ذات میں کسی طرح کی دوری یا بھید بھاؤ ہرگز نہیں رہ جاتا - وہ خود دل وجان سے مالک کا ہو رہا اور مالک اس کے ہو رہے - حقیقی عشق یا پریم کا یہ درجہ اس قدر اعلیٰ اور بلند ہے کہ جس کا بیان تک کر سکنا کٹھن ہے اور یہی پریم کا سچا آدرش ہے -

---

# من کے ہزار رنگ

سُناؤں کیا تمہیں میں بات من کی
سمجھ لو بس اسے خبطی یا سنکی
جہاں چاہے وہیں یہ اُڑ کے پہنچے
رُکاوٹ بوجھ کی ہے نہ وزن کی
سمندر اور پہاڑوں میں یہ گھومے
کبھی یہ سیر کرتا ہے چمن کی
خبر رکھتا ہے سب دنیا کی لیکن
خبر اس کو نہیں اپنے وطن کی
کبھی پُورب کبھی پچھم کو بھاگے
کبھی یہ راہ لیتا دکھن کی

کبھی جنگ وجدل کی سوچتا ہے
کبھی چرچا چلاتا ہے امن کی
کبھی تنہائی پر ہوتا ہے شیدا
کبھی پھر سوچتا ہے انجمن کی
کبھی اپنوں سے بھی چاہے جُدائی
کبھی تجویز کرتا سنگٹھن کی
کبھی یہ خواب ایسے دیکھتا ہے
کہ بس کُنجی ملے قارُوں کے دھن کی
کبھی تو بادشاہی چاہتا ہے
کبھی پھر ڈھونڈتا ہے راہ بن کی
کبھی ویراگ کی لَے چھیڑتا ہے
کبھی دُھن باندھ لینا بھجن کی
کبھی ہے برف کی مانند ٹھنڈا
کبھی بنتا ہے چنگاری اگن کی

کبھی بنتا دلاور اور نڈر یہ
کبھی حد پر کھڑا ڈرپوک پن کی
کبھی ہے چین کی بنسی بجاتا
بھُلا کر فکر سب جیون مرن کی
ہزاروں رنگ ہے نت نت بدلتا
نہیں پرواہ پانی کی پَون کی
ہمیشہ مُضطرب بے چین رہتا
نہیں راحت مُیسّر ایک کھن کی
کسی کے ہاتھ آنے والا کب ہے
کسی کو تھاہ نہیں اس کی لگن کی
بہادر ہے وہی انسان جگ میں
جو رکھتا کھینچ کر ہے باگ من کی



# راج رشی جنک

(۵)

دیورشی نارد جی نے آگے کہنا شروع کیا "مایا داس! اب ہم راج رشی جنک جی کی کہانی کا وُہ حصّہ بیان کرتے ہیں جو بھگتی مارگ میں قدم رکھنے والے جگیاسوؤں کے لئے بہت ہی اہم اور قابلِ توجہ ہے۔ اس لئے اسے خوب ہوشیار اور ساودھان ہوکر سُنو اور پرمارتھ کے جو جو خاص نکتے اس سے تمہیں حاصل ہوں، انہیں اپنے دل کی تختی پر نقش کرتے چلو۔"

نہایت حلیمی اور عاجزی کے ساتھ مُنی نارد جی کے چرن کملوں میں سر جھکا کر اور ہاتھ جوڑ کر مایا داس نے عرض کی۔ "پربھو! آپ بیان کرنے کی کرپا کریں۔ مَیں بڑے غور اور توجہ سے سُن رہا ہوں۔ آپ کی کرپا سے پرمارتھ کے جو بیش بہا نکتے مجھے اس سے پہلے حاصل ہوئے ہیں، اُنہیں میں حتی الامکان دل میں بٹھانے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ اور آپ کے اس عظیم احسان سے مَیں زندگی بھر سبکدوش نہیں ہوسکوں گا کہ آپ نے ایسے ایسے انوکھے راز اور اہم بھید مجھے سمجھائے ہیں۔ آئندہ بھی آپ کے شُبھ بچنوں سے مجھے جو قیمتی نکتے نصیب ہوں گے، اُنھیں بھی ذہن نشین کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔" اور اتنا کہہ کر اُس نے پھر ایک مرتبہ دیورشی جی کے چرنوں میں سر رکھ کر پرنام کیا۔

"اچھا تو سنو!" دیورشی جی مُسکرائے اور بولے "متھلا پوری کے آگ لگنے کی افواہ اور اس افواہ سے مُنی شکدیو کا موہ میں پڑ جانا وغیرہ جن باتوں کا ذکر تم سُن چکے

ہو۔ یہ اپنی عجیب وغریب لیلا دکھانے کے بعد راج رشی جنک جی بڑی دیر تک شکدیو کو اُپدیش کرتے اور پرمارتھ کے نہایت گہرے راز سمجھاتے رہے۔ مُنی شکدیو جی بھی پوری توجہ اور لگن کے ساتھ اُن کی تقریر سنتے رہے اور خاص خاص باتوں کو ذہن نشین کرتے رہے۔ شکدیو جی نہایت اعلیٰ درجہ کے جگیاسو تھے۔ پُورن گورو کے اُپدیش کو انہوں نے دل پر حرف بحرف نقش کر لیا اور اس طرح اپنے دل و دماغ کو گوروگیان کی لازوال روشنی سے مُنور کر لیا۔"

"بے شک دیو بڑے ہی خوش نصیب تھے کہ انہیں راج رشی جنک جیسے مہاپُرشوں کا شِشیہ کہلانے کا فخر حاصل ہوا اور وہ خوش نصیب ہوتے بھی کیوں نہ، جبکہ اُنہوں نے گذشتہ جنم میں بھگوان شِو شنکر کے مُکھ سے امر کتھا سُنی تھی۔ اس پر بھی طُرّہ یہ کہ اُنہوں نے جنم لیتے ہی سنسار کا تیاگ کر کے لمبے عرصہ تک جنگلوں میں رہ کر گھور تپ کیا تھا۔" مایا داس نے درمیان میں اپنی رائے ظاہر کی۔

"ہاں!" دیو رشی جی نے کہا "اسی لئے تو ہم اُنھیں اعلیٰ درجہ کا جگیاسو کہتے ہیں کیونکہ شاستر کاروں اور ست پُرشوں نے پرمارتھ بھگتی کے مارگ میں آنے والے جگیاسوؤں کی چار قسمیں کہی ہیں۔ پرماتما کی اس سرشٹی میں ہر ایک جیو پرانی کے پُورب جنموں کے کرموں کے مُطابق جُدا جُدا قسم کے سنسکار ہیں اور انہی سنسکاروں کے مُطابق پرمارتھ بھگتی کی تعلیم حاصل کرنے کی اہلیت یا بُدھی بھی سب کی الگ الگ قسم کی ہوتی ہے۔ جس درجہ کے سنسکار اور سمجھ جس شخص کی ہوتی ہے، وُہ ست پُرشوں کی ذات سے پرمارتھ بھگتی کا اُسی قدر فائدہ حاصل کرتا ہے اور اُسی درجہ کا وہ جگیاسو کہلاتا ہے۔ جن کے سنسکار معمولی درجہ کے ہوتے ہیں، اُن کی سمجھ کو مہاپُرشوں نے پانی کی لکیر کی مانند کہا ہے۔ جس طرح

پانی کی سطح پر لکیر کھینچی جائے، تو وہ لکیر کھینچنے کے ساتھ ساتھ ہی مٹتی جاتی ہے۔ ذرا دیر بھی ٹھہرنے نہیں پاتی۔ اسی طرح معمولی اور گھٹیا درجہ کی پرمارتھ بدھی رکھنے والے جگیاسوؤں کے دل و دماغ پر ست پرشوں کے اُپدیش اور شاستروں کی تعلیم کا اثر ذرا دیر بھی ٹھہرنے نہیں پاتا۔ ان کی مثال اس ٹوٹے گھڑے کی سی ہے جس میں ایک طرف سے پانی ڈالا جاتا ہے اور دوسری طرف سے نکل جاتا ہے۔ مہاپرشوں کے اُپدیش کو ایسے لوگ ایک کان سے سُن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ انہیں پرمارتھ اور بھگتی کا کچھ بھی لابھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر کبھی خوش نصیبی سے مہاپرشوں کی صحبت سنگت میں رہنے کا موقع بھی انہیں نصیب ہو جائے تب بھی یہ بھگتی کی کمائی سے کورے کے کورے ہی رہ جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو دراصل جگیاسو کہنا بھی غلطی ہے۔ یہ نہایت گھٹیا درجے کی عقل رکھنے والے پرانی ہیں۔

دوسرے وہ ہیں، جن کی بدھی کو ست پرشوں نے رستے یا پگڈنڈی کی لکیر کہا ہے۔ پگڈنڈی یا راستے پر جب تک آمد و رفت جاری رہتی ہے، تب تک آنے جانے والوں کے پیروں کی رگڑ سے پگڈنڈی بھی بنی رہتی ہے۔ لیکن اگر آنے جانے والوں کا چلنا اُس راہ پر بند ہو جائے تب کچھ دنوں تک تو پگڈنڈی کا نشان دکھائی دیتا رہتا ہے۔ بعد میں آس پاس گھاس وغیرہ کے اُگ جانے سے اور گرد و غبار پڑ جانے سے رفتہ رفتہ راستے کی لکیر مدھم پڑ جاتی ہے یہاں تک کہ بالکل نابود بھی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کی حالت ان دوسری قسم کے جگیاسوؤں کی بھی ہوتی ہے جب تک مہاپرشوں کے اُپدیش اور ست سنگ کی رگڑ انہیں بار بار لگتی ہے تب تک اُنکے دل و دماغ انکے اُپدیشوں کا اثر بھی ظاہر ہوتا ہے اور بار بار کی رگڑ سے وہ اثر گہرا بھی ہوتا رہتا ہے لیکن جونہی اُپدیش اور

ست سنگ کی رگڑ لگنا بند ہوا کہ یہ لوگ پھر ویسے کے ویسے ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر کبھی اتفاق سے بُری صحبت میں جا پھنسیں اور ست سنگ اُپدیش سے محروم ہو جائیں تو دنیاداری کا سکہ پھر سے ان کے دل پر بیٹھنے لگتا ہے اور زیادہ عرصہ تک دنیاداروں کی صحبت میں رہنا پڑے، تو پورے دُنیادار اور سنساری بن جاتے ہیں۔ ست پُرشوں کے اُپدیش اور ست سنگ کا من پر جو تھوڑا بہت اثر ہوا تھا وہ بھی صحبتِ بد کے اثرات سے دب جاتا ہے۔ یہ بھی گھٹیا قسم کے جگیاسو ہیں اور پرمارتھ بھگتی کے مارگ میں آگر بھی ویسا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے، جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا۔

تیسری قسم کے جگیاسوؤں کی بُدھی کو مہاپُرشوں نے پتھر کی لکیر کی مانند کہا ہے۔ مشہور کہاوت ہے کہ پتھر کا نقش بہت پختہ ہوتا ہے۔ پتھر پر لکیر یا نقش کندہ کرنے کے لئے محنت تو زیادہ پڑتی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ جب ایک بار پتھر پر نقش یا لکیر کندہ ہو جائے، تو پھر اُسے نوشتۂ تقدیر کی مانند مٹا سکنا ناممکن ہے۔ یہ تیسری قسم کے جگیاسو مہاپُرشوں کے اُپدیش سے جو بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اُسے پتھر کی لکیر کی طرح اپنے دل و دماغ پر نقش کر لیتے ہیں۔ پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت اُن کے دل و دماغ سے اس نقش کو ہرگز نہیں مٹا سکتی۔ البتہ پتھر کے نقش میں ایک نقص ضرور ہے۔ وہ یہ کہ جتنی لکیر کھینچی جائے گی یا جیسا بھی نقش کندہ کیا جائے گا اس میں کمی بیشی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یہ جگیاسو مہاپُرشوں کے اُپدیشوں کو دل و دماغ میں اتنا ہی پختہ کر لیتے ہیں جتنا کہ سنتے ہیں۔ اُس سے نہ آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی پیچھے ہٹتے ہیں۔ ان کی ہر بات پتھر کی لکیر کی مانند ہوتی ہے۔ جو کچھ سنا اور سمجھا، اُسے دل میں بٹھا لیا اور بس۔ اپنی عقل یا سمجھ سے یہ کچھ بھی کام نہیں لے سکتے۔ اس قسم کے جگیاسو پہلے کی کہی گئی دونوں قسموں کے لوگوں سے کافی قدر بہتر ہیں۔ مگر سچے پرمارتھی جگیاسو بھی

نہیں کہے جا سکتے۔

چوتھی قسم کے جگیاسوؤں کی بدھی کو ست پرشوں نے تیل کی بوند سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح تیل کی ایک بوند اگر کسی تالاب یا جھیل کے پانی میں چھوڑ دی جائے، تو رفتہ رفتہ پھیل کر پورے تالاب کو گھیر لیتی ہے۔ اور اس کی چکناہٹ کا اثر جھیل یا تالاب کے ہر حصے میں پھیل جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی پانی کی سطح پر طرح طرح کے نیلے پیلے رنگ بھی نمودار ہونے لگتے ہیں۔ اسی طرح چوتھی قسم کے جگیاسوؤں کے لئے مہاپرشوں کے مکھ سے نکلا ہوا ایک آدھ بچن بھی بہت بڑی برکت اور فیض کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی اعلیٰ بدھی کی مدد سے اُن کے اپدیش کو بہت زیادہ پھیلا لیتے ہیں اور ست پرشوں کے بچن اُن کے دل وجان میں سما کر اُن کی زندگی کا رنگ ہی بدل دیتے ہیں۔ اُن کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور وہ بہت تھوڑے عرصہ میں ہی اور کے اور بن جاتے ہیں۔ پرمارتھ بھگتی کا پورا پورا اور صحیح فائدہ یہی جگیاسو حاصل کرتے ہیں اور انہیں اعلیٰ درجہ کے جگیاسو یا مموکشو بھی کہا جاتا ہے۔ مُنی شُکدیو بھی کچھ اسی قسم کے اعلیٰ درجہ کے جگیاسو تھے۔"

"آپ دھنیہ ہیں کرپا ندھان!" مایا داس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی "پرمارتھ کے اس قدر اہم اور قیمتی راز آپ نے مجھے سمجھانے کی کرپا کی اور آپ کے سمجھانے کا ڈھنگ بھی نہایت عمدہ اور نرالا ہے۔ گہری سے گہری رمز کی باتوں کو بھی آپ نہایت آسان طریقے پر اور سہل الفاظ میں اس طرح واضح کر دیتے ہیں کہ معمولی سمجھ رکھنے والا بھی آدمی بخوبی ذہن نشین کر سکے۔ آپ کے شری مکھ سے راز کی ان باتوں کو سن کر میرا جنم بھی دھنیہ ہوا۔ کس منہ سے آپ کی دیا کا شکرانہ ادا کروں۔"

دیو رشی جی مسکرائے اور بولے "لیکن مایا داس! سننے کا مزہ تب ہے کہ

تُم ان نکتوں کو دل میں بھی بٹھاتے چلو۔ راز کی باتوں کو فقط سُن لینے سے کچھ فائدہ نہیں جب تک کہ انہیں دل ودماغ پر منقش نہ کر لیا جائے۔"

"ستیہ ہے بھگوان!" مایا داس نے کہا "آپ کا فرمانا بالکل ستیہ ہے۔ میں جی جان سے کوشش کروں گا کہ آپ کے بیش بہا بچن کو دل کی تجوری میں محفوظ رکھوں۔ آپ کی نظر رحمت ہو جائے تو شاید میری بھی قسمت کھلے اور میری کایا پلٹ ہو جائے۔

"اچھا اب آگے کی کتھا سنو!" مُنی نارد جی بولے "ہاں تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ مُنی شُکدیو کا شمار اعلیٰ درجہ کے جِگیاسوؤں میں تھا اور انہوں نے اپنے سچے گورودیو کے اُپدیش سے بہت کچھ فیض حاصل کیا۔ جب کافی دیر تک ست سنگ کی چرچا ہو چکی اور راج رشی جنک جی اپنے تپسوی شِشش کو پرمارتھ کے نہایت گہرے راز سمجھا چکے تو اس کے بعد انہوں نے مُنی شُکدیو کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔"

"پربھو!" یکایک مایا داس نے ٹوکا "دخل در اندازی کے لئے گستاخی کرنے کی معافی چاہتا ہوں۔ ایک ذرا سا وسوسہ دل میں اُبھرنے لگا ہے حکم ہو تو عرض کروں؟"

"بے شک بے شک!" دیورشی جی نے خندہ پیشانی سے جواب دیا "تمہیں جو کچھ پُوچھنا ہو، بے خوف ہو کر پوچھ سکتے ہو۔ ہم تمہارے بھرم اور وسوسے کو دُور کر دیں گے۔"

"کرپا کے لئے دھنیہ واد!" مایا داس نے لجاجت سے عرض کی۔ "ابھی ابھی آپ نے فرمایا کہ مُنی شُکدیو جی اعلیٰ درجہ کے جِگیاسُو تھے اور راج رشی جنک جی اس بات کو بخوبی جانتے تھے۔ پھر یہ بھی آپ نے فرمایا کہ سچے گورو دیو کے اُپدیشوں سے شُکدیو جی کے دل ودماغ روشن ہو گئے تھے۔ ایسی حالت میں جبکہ مُنی جی نے گورو کے

گیان کو اپنے دل میں بخوبی جگہ دی تھی اور اُن کے دل کا اگیان اندھیرا بھی کافور ہوچکا تھا۔ تب راج رشی جی کو اُن کا امتحان لینے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ بس یہی بات میرے دل میں وسوسہ پیدا کر رہی ہے۔ اگر آپ اس پر روشنی ڈالنے کی کرپا کریں تو بہتر ہو۔"

"اعتراض بیجا نہیں" دیو رشی جی بولے "لیکن مایا داس! ایک بات میں تم پھر بھی بھول جاتے ہو۔ تم امتحان کو تعلیم سے الگ سمجھتے ہو۔ یہی تمہاری بھول ہے۔ دراصل امتحان بھی تعلیم کا ایک حصہ ہے۔ تعلیم دینے کے بعد اگر امتحان نہ لیا جائے، تو تعلیم ادھوری اور نامکمل رہتی ہے۔ تعلیم خواہ دنیاوی ہو۔ خواہ روحانی، اس کے ساتھ امتحان اور آزمائش کا ہونا اتنا ہی لازمی ہے جتنا خود تعلیم کا ہونا۔ اگر معلم تعلیم دینے کے بعد طالب علم کا امتحان نہ لے، تو یہ کیونکر جانا جا سکے کہ طالب علم نے استاد سے کس قدر فیض حاصل کیا ہے۔ معلم جب اپنے شاگرد کا امتحان لیتا ہے۔ تو گویا وہ اس کی تعلیم کو پختگی بخشتا ہے اور اس کی عقل کو جلا دیتا ہے۔ دنیاوی بیوہار اور کتابی تعلیم کی بات جانے دو۔ ہمیں صرف روحانی تعلیم کی بات کرنی ہے۔ روحانیت کی تعلیم میں تو امتحان لینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ مہاپُرش یا گورو جب اپنے شِشّ سیوک کا امتحان لیتے ہیں۔ تو وہ اسے اُن تمام خطروں سے محفوظ بنانا چاہتے ہیں جو شِشّ کی راہ میں آنے والے ہیں۔ یہ اُن کی بڑی دیا ہے۔ وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ شِشّ کا امتحان گورو کی سختی اور کٹھورتا ہے۔ نہیں درحقیقت اس سے بڑھ کر مہاپُرشوں کی دیا ہو ہی نہیں سکتی۔ دنیا میں قدم قدم پر مایا موہ کا جال بچھا ہے یہ سنسار ایک طرح کا طلسم یا بھُول بھُلیّاں ہے۔ جہاں ہر مرحلے پر دھوکا ہونے کا امکان ہے۔ بڑے بڑے عقلمند، ہوشیار اور چتر کہلانے والے بھی مایا کی اس بھُول بھُلیّاں

میں دھوکا کھاتے دیکھے گئے ہیں۔ تپسوی، یوگی۔ سادھک اور رشی منی تک کئی بار بھرم کے پھندے میں پھنس گئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ پورن مہاپرش اپنے شِشّ کو پرمارتھ کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ اس کا امتحان لے کر یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ شِشّ کی بدھی کہاں تک پرمارتھ سمجھنے کے قابل ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک بات اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ مہاپرش جب اپنے شِشّ کا امتحان لینے لگتے ہیں، تو اس امتحان میں کامیاب ہو کر نکلنے کے لئے اپنی رحمت و شفقت کا سہارا بھی غائبانہ طور پر اُس کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے شِشّ کو اس قابل بنا دیتے ہیں کہ وہ مایا موہ کی بھول بھلیاں کا مقابلہ بخوبی کر سکے اور اس کے چکر میں پڑنے سے صاف بچ کر نکل آئے۔ یہ اُن کی رحمت اور دیا ہے، سختی اور کٹھورتا ہرگز نہیں اور جو شِشّ سادھک ایک بار مہاپرشوں کی کسوٹی میں سے نکل چکا، وہ پھر کبھی مایا کے دھوکے کا شکار نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ ہر طرح کے خوف خطروں سے قطعی محفوظ ہو جاتا ہے۔

اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر مہاپرش اپنے شِشّ سیوک کا امتحان نہ بھی لیں، تو بھی سادھک اور جگیاسو کو امتحان کی کسوٹی سے گزرنا لازمی ہے کیونکہ قدرت تو ہر قدم پر سادھک اور جگیاسو کا امتحان لیتی ہی رہتی ہے۔ دنیا میں ہر طرف جو مایا موہ اور کال کا پسارا پھیلا ہوا ہے۔ یہ اسی لئے ہی پھیلایا گیا ہے کہ روحانیت اور بھگتی کے طلبگار کا ہر وقت امتحان ہوتا رہتا ہے۔ لمحہ بہ لمحہ قدرت اُسکے خیالات اور جذبات کو جانچتی پرکھتی رہتی ہے اور یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ کہیں سادھک دنیا کے لوبھ لالچ کا اور حرص و ہوس کا شکار تو نہیں ہوتا؟ آیا وہ بھگتی پرمارتھ کا حقیقی طلبگار ہے یا نہیں؟ جس خاص مقصد اور غرض کو نگاہ میں رکھ کر وہ

زندگی کے سفر میں نکلا ہے اور جس منزل پر اُسے پہنچنا ہے، اُس کی نگاہ ہمیشہ اسی مقصد اور منزل پر قائم بھی رہتی ہے یا نہیں؟ اگر ادھیکاری بھگتی کا حقیقی طلبگار رہے، تو یقیناً اس کی نگاہ اپنے مقصد سے کبھی نہ ہٹے گی اور نہ ہی وہ کبھی دنیا کے لوبھ لالچ کی طرف جھکنا پسند کرے گا۔ لیکن اگر اُس کی نگاہ مقصد سے ہٹ جاتی ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ سچا جگیاسو اور پرمارتھی نہیں ہے۔ بس اتنا ہی امتحان کا مقصد ہے اور پرمارتھ کی تعلیم کے ساتھ اس کا ہونا لازمی ہے۔"

دیورشی نارد جی کی زبان سے امتحان کی ایسی مدلل اور مفصل وضاحت سن کر مایا داس دنگ رہ گیا۔ دیورشی جی کے چرنوں میں سر رکھ کر گدگد بانی سے بولا۔ "بھگون! آپ نے میرے بھرم کی جڑ تک کاٹ کے رکھ دی۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کا اعتراض اٹھانا بھی محض میری بے سمجھی تھی۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔" دیورشی جی نے کہا "اب آگے سنو! منی شکدیو کا امتحان لینے کے لئے راج رشی جنک جی کو بہت بڑا بندوبست کرنا پڑا۔ جیسا ادھیکاری جگیاسو ہوتا ہے۔ اس کے لئے امتحان بھی اسی طرح کا ہوتا ہے۔ انہوں نے منی شکدیو سے کہا کہ اب ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں متھلا پوری کی سیر کرائیں اور تم اس شہر کی رونق کو جی بھر کر دیکھ لو مگر اس کے ساتھ ہی تمہیں ایک کام یہ کرنا ہوگا کہ کھیر سے بھرا ہوا ایک تھال تمہیں اپنے ہاتھوں میں تھام کر لے جانا ہوگا اور اُسے جوں کا توں یہاں تک واپس لانا ہوگا۔ اس بات کا خاص خیال رہے کہ نگر کا چکر لگاتے وقت راستے میں ایک بوند بھی اس تھال سے کہیں گرنے نہ پائے، ورنہ تمہاری جان کی خیر نہیں۔ ہمارے حکم سے ہمارے دو سپاہی ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھامے تمہارے دونوں طرف موجود رہیں گے۔ ان کا کام یہ ہوگا

کہ جہاں کہیں تمہارے تھال سے ایک بوند گری کہ فوراً تلوار کے بھرپور وار سے تمہارا سر دھڑ سے الگ کر دیں۔

یہ کہہ کر انہوں نے محل میں سے سونے کا ایک تھال منگوایا، جو کھیر سے لبالب بھرا تھا۔ اُسے انہوں نے شُکدیو کو تھما دیا۔ منی شُکدیو نے حکم کی تعمیل میں فوراً اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلا کر وہ تھام لیا۔ جب ننگی تلواریں لیے ہوئے دو سپاہی اُن کے ساتھ ہوتے اور مُنی جی نگر کی سیر کو چل پڑے۔

اُدھر مہاراج جنک جی نے شُکدیو کے اس انوکھی یاترا پر روانہ ہونے سے پہلے ہی اپنے کارندوں کو حکم بھجوا دیا تھا کہ آج نگر کو خاص طور پر سجایا جائے اور انواع واقسام کے دل فریب و لبھاؤنے نظارے پیش کئے جائیں جو دیکھنے والوں کو ایک ہی نظر میں گرویدہ کر لیں۔ نگر کے چاروں طرف ایک گول سڑک گئی ہوئی تھی۔ اسی کو آج شُکدیو جی کے لئے غیر معمولی طور پر سجایا گیا تھا۔ ہمیشہ سُونی سُونی رہنے والی یہ سڑک آج گوناگوں رنگینیوں کا مرقع بنی ہوئی تھی۔ مہاراج جنک جی کے حکم سے اس سڑک کے چپے چپے پر دل فریبی کے ہزاروں سامان جمع کر دیئے گئے تھے۔ کہیں میوے مٹھائیوں کی دکانیں سجی تھیں۔ کہیں عطر بیز خوشبوؤں کی بھرمار تھی۔ کہیں ہیرے جواہرات اور بیش قیمت زیوروں کے انبار لگے تھے کہیں رنگ برنگے اطلسی اور ریشمی کپڑے سجائے گئے تھے۔ کہیں کچھ اور ہی دل لبھانے والی چیزیں تھیں۔ اس کے علاوہ اس سڑک پر جگہ بہ جگہ کہیں ناٹک، کہیں کھیل تماشے اور کہیں ناچ گانے وغیرہ کا اعلیٰ اہتمام کیا گیا تھا۔ غرضیکہ حسن و آرائش کا ہر قسم کا سامان اس سڑک پر جمع کیا گیا تھا۔ ضیافت نظر کے لئے شاید اتنے سامان کو کم سمجھا گیا تھا کیونکہ ...... حسینائیں بھی بناؤ سنگار

کئے ہوئے اس میلے میں گھوم رہی تھیں اور اٹھلا اٹھلا کر دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں۔
یہ تمام بندوبست اسی لئے کیا گیا تھا کہ دیکھیں منی شکدیو کی نگاہ کسی طرف پھیلتی ہے یا نہیں۔
کہنے کی ضرورت نہیں کہ منی شکدیو کے لئے یہ نہایت کڑی آزمائش تھی۔

اپنی قسم کی یہ انوکھی یاترا تھی۔ اس نرالی یاترا کو دیکھنے کی غرض سے نگر کے تمام لوگ، بوڑھے، جوان، بچے، مرد عورتیں اپنے گھروں سے نکل نکل کر وہاں آن جمع ہوئیں اور اس سڑک کے دونوں طرف یہ لوگ کھڑے ہو رہے، جس پر شکدیو جی کو گذرنا تھا۔ لیکن سڑک کے بیچوں بیچ جانے کا کسی کو حکم نہیں تھا۔ مہاراج جنک جی نے یہ سخت تاکید کر دی تھی کہ اس سڑک کے بیچ میں کوئی بھی قدم نہ رکھنے پائے اور پہریداروں نے اس کا پورا بندوبست کر رکھا تھا۔ چنانچہ سڑک کے دونوں طرف باغ و بہار کا نظارہ تھا۔ جنت زمین پر اتر آئی معلوم ہو رہی تھی۔ رونق اور چہل پہل کے سبب دونوں طرف ہنگامہ برپا تھا۔ مگر بیچ سڑک میں قطعی سناٹا تھا۔ سڑک کے بیچوں بیچ صرف تین شخص چل رہے تھے۔ یعنی اپنے دونوں ہاتھوں میں کھیر سے بھرا تھال تھامے ہوئے شکدیو جی اور ان کے دونوں بغل ننگی تلواریں تانے دونوں سپاہی جنہیں ان کی نگرانی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ نگر باسی لوگ بڑے اشتیاق کی نظروں سے ان تینوں مسافروں کو دیکھ رہے تھے۔

کس قدر سخت امتحان تھا! مگر واہ رے شکدیو! تپسوی ہو تو ایسا ہو۔ کیا مجال کہ تھال سے ان کی نظر ایک لمحہ بھی ہٹی ہو۔ تھال کو انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام رکھا ہے اور نگاہیں اس پر گڑی ہوئی ہیں۔ دھیمی دھیمی چال سے چلتے ہوئے اور پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اس طرح پہر بھر میں انہوں نے پوری سڑک کا

چکر کاٹ لیا اور بڑی ہوشیاری کے ساتھ تھال کو چھلکنے سے بچاتے ہوئے راج محل کے صدر پھاٹک پر آن پہنچے ۔ جہاں اپنے امیروں، وزیروں اور خاص خاص درباریوں کے ہمراہ مہاراج جنک جی کھڑے اُن کے لوٹ آنے کی راہ دیکھ رہے تھے ۔

ان کے وہاں پہنچتے ہی راج رشی جنک جی کے اشارے سے ایک چوبدار نے فوراً آگے بڑھ کر منی شکدیو جی کے ہاتھوں سے کھیر کا تھال لے لیا اور خود مہاراج جنک جی نے آگے بڑھ کر شکدیو کو گلے لگا لیا ۔

"شاباس شکدیو! ہمیں تم سے ایسی ہی امید تھی" ۔ مہاراج جنک بولے ۔ "اس امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے تمہیں مبارکباد دیتے ہوئے ہماری خوشی کی انتہا نہیں" ۔

"یہ سب تو ان شری چرنوں کا پرتاپ اور آپ کے شبھ آشیرباد کا پھل ہے میری بڑائی اس میں کچھ بھی نہیں ۔ منی شکدیو نے فوراً جھک کر راج رشی جی کے چرنوں کو بوسہ دیتے ہوئے عرض کی ۔ مہاراج جنک نے انہیں اپنے چرنوں سے اٹھا دوبارہ گلے سے لگا لیا اور اُن کی پیٹھ پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے لگے ۔ امیروں وزیروں، درباریوں اور دیگر حاضرین نے منی شکدیو کی جے کے فلک شگاف نعرے لگائے ۔ چاروں طرف سے شکدیو جی کو مبارکباد ملنے لگی اور تالیاں گونجنے لگیں ۔

---

راج رشی جنک جی اپنے جڑاؤ سنگھاسن پر براجمان ہوئے اور منی شکدیو کو انہوں نے بڑی محبت کے ساتھ اپنے سامنے چوکی پر بٹھلایا ۔ گورو دیو بولے "شکدیو! ایک بات تو ہم بالکل ہی بھول گئے ۔ ہم نے تمہیں نگر کی سیر کے لئے بھیجا تھا ۔ ذرا بتلاؤ تو متھلاپوری میں تم نے کیسی کیسی رونق اور چہل پہل دیکھی

اور کیا کیا چیز تمہیں پسند آئی ؟"

" رونق ! ... چہل پہل ... ؟" ہکا بکا ہو کر شکدیو اُن کا منہ دیکھنے لگا۔ " گورو دیو ! آپ شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔ ابھی کہاں رونق اور کاہے کی چہل پہل۔ وہاں تو بس ایک سنسان سی سڑک تھی۔ جس کا چکر کاٹ کر میں یہاں تک آیا ہوں "۔

" ہائیں ... ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو ؟" مہاراج جنک جی نے کہا۔ " اس قدر آراستہ پیراستہ اور جنتِ نگاہ بنے ہوئے بازار کو تم سنسان سڑک کا نام دے رہے ہو۔ وہاں تو اس قدر ہنگامہ برپا ہو رہا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اور تم کہتے ہو کہ وہاں ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ہمیں سخت حیرت ہو رہی ہے "۔

" لیکن میں حضور کے پاک قدموں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا کہنا سچ ہے "۔ شکدیو جی نے نہایت بھولے پن اور سادگی سے جواب دیا۔

" اچھا ٹھہرو ! ہم اُن سپاہیوں سے دریافت کرتے ہیں، جو اس سیر میں تمہارے ساتھ گئے تھے "۔ راج رشی بولے۔ اس کے بعد انہوں نے اُن دونوں سپاہیوں کو طلب کر کے پوچھا " تم لوگ بتلاؤ کہ تم نے اس سیر میں کیا کیا دیکھا ؟"

" حضور کا اقبال بلند رہے "۔ اُن سپاہیوں میں سے ایک نے جو ذرجے میں دوسرے سے اونچا تھا۔ جھک کر مہاراج کو فرشی سلام بجایا اور عرض کی۔ " ایسی مزے کی سیر تو زندگی میں نہ دیکھی تھی اور نہ سُنی تھی، جو حضور والا کی عنایت سے اور ان تپسوی جی کے طفیل آج دیکھنے کو نصیب ہوئی۔ آہا۔ کیا آرائش و زیبائش کے دلفریب سامان تھے، کیا راگ رنگ کی محفلیں سجی تھیں اور کیا کیا نگاہوں کو بے اختیار و بے قرار کر دینے والی حسن و جمال کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ میں کس کس

چیز کا بیان کروں ۔"

یہ کہہ کر اُس نے سڑک کے چپے چپے پر جو جو نظارے دیکھے تھے ۔ سب کا تفصیل وار بیان کر دیا۔ سپاہی ان سب نظاروں کا بیان کرتا جا رہا تھا اور مُنی شکدیو جی حیرت میں غرق ہوتے سُن رہے تھے ۔

سپاہی وہاں کے تمام نظاروں کی کیفیت بیان کر چکا، تو مہاراج جنک نے شکدیو کو مخاطب کیا ۔" سنا تم نے شکدیو! اس نے کیا کچھ بیان کیا؟"

" جی !" شکدیو نے سر اٹھا کر جواب دیا ۔"سن کر تعجب ہوتا ہے ۔ میں نے ایسی کوئی بات وہاں نہیں دیکھی تھی ۔"

" تعجب تو ہمیں بھی ہو رہا ہے ۔" راج رشی جنک نے مُسکرا کر کہا ۔" یہ سپاہی تمہارے ہی ساتھ تھے ۔ انہوں نے اتنا کچھ دیکھا کہ وہاں کی ایک ایک چیز کی تفصیل بیان کر رہے ہیں ۔ اور تم نے ان کے ساتھ رہ کر بھی کچھ نہ دیکھا ۔"

" یقیناً ان سب باتوں میں سے کچھ بھی میں نے نہیں دیکھا ۔" مُنی شکدیو نے عرض کی ۔" اور مہا بھو! سچ تو یہ ہے کہ میں دیکھ بھی کیسے سکتا تھا ۔ جبکہ میری نگاہیں اس تھال پر مرکوز تھیں ۔ جو میرے ہاتھوں میں تھا ۔ یہ خوف ہر لمحہ لگا ہوا تھا کہ ذرا اِدھر سے نظر چوکی اور آپ کے حکم سے ننگی تلوار میری گردن پر گری ۔"

" ہاں یہ ٹھیک ہے ۔" راج رشی بدستور مسکراتے رہے ۔" اب ہم سمجھے کہ وہاں کی آرائش و زیبائش کا نظارہ کرنے سے تم کس لئے محروم رہے ۔ ہم نے تو تمہاری سیر کے لئے ہر طرح کے سامان فراہم کرائے تھے ۔ مگر افسوس کہ تم ان سے لطف اندوز نہ ہو سکے ۔"

" کیونکہ آپ کا حکم تھا کہ تھال میں سے ایک بوند بھی نہ گرے ۔" شکدیو جی نے

وضاحت کی " اور اِدھر اُدھر کے نظاروں کی جانب دیکھنے سے تھال کے چھلک پڑنے کا امکان تھا جس کا نتیجہ میری موت ہوتی۔ اگر یہ سب نظارے وہاں موجود ہوں بھی، جیسا کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ تو بھی میرے لئے وہ سب نہ ہونے کے برابر تھے۔ موت کے خوف نے میری توجہ کو اُدھر جانے ہی نہ دیا"

"بس ہم یہی چاہتے تھے" راج ریشی جنک جی نے بات کو واضح کیا "شُبھ شُکدیو! اس کڑے امتحان میں تمہیں ڈالنے سے ہماری غرض یہ تھی کہ تم دُنیا میں زندگی بسر کرنے کا راز سمجھ لو۔ یہ دنیا بھی اسی قسم کا ایک رنگین اور سجا ہوا بازار ہے جیسا کہ آج تمہاری سیر کے لئے سجایا گیا تھا۔ پرمارتھ بھگتی کا طلبگار سادھک یا جگیاسو کو اس دنیا میں زندگی گزارنی ہے یا یوں کہیں کہ دُنیا کے اس آراستہ و پیراستہ بازار کے درمیان سے گذر کر اُسے اپنی منزل مقصود پر پہنچنا ہے۔ اس دُنیا کے بازار میں قدم قدم پر دل لُبھانے اور فریب دینے والے نظارے موجود ہیں۔ انواع و اقسام کے عیش و عشرت کے سامان ہیں اور حسن و آرائش کی تابندگی و چمک ہے یہ سب دل اور نگاہ کو زبردستی اپنی طرف کھینچتے ہیں اور نادان انسان ان کے پھندے میں پھنس کر زندگی کے حقیقی مقصد سے اور اپنی منزل مقصود کی طرف سے غافل ہو رہتے ہیں۔ مایا کے ان اسباب کے لالچ میں پڑ کر انسان کے گمراہ ہو جانے کا خاص سبب یہ ہے کہ سر پر کھڑی موت اُسے دکھائی نہیں دیتی۔ اُسے یہ خیال نہیں رہتا کہ گھڑی بھر میں ہی موت کا خوفناک ہاتھ ان سب عیش عشرتوں کو نحس نحس کر کے رکھدے گا۔ تم پر چونکہ موت کا خوف غالب رہا اس لئے کسی قسم کی دل فریبی تمہیں اپنی طرف راغب نہ کر سکی۔ راحتوں اور لذتوں کے سب سامان مل کر بھی تمہاری نگاہ اور توجہ کو مقصد سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہی زندگی

گزارنے کا حقیقی گُر ہے۔ انسان ہمیشہ موت کو یاد رکھے اور دنیا کی حرص وہوس کے پھندے میں پھنس کر اپنے حقیقی مقصد سے توجہ کو ہٹ جانے نہ دے۔ جو شخص نگاہ، توجہ اور دل کو ہر دم اپنے مقصد پر مرکوز رکھ سکتا ہے، وہ دنیا میں کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا۔ زندگی کے تمام ہنگاموں کے درمیان سے گزرتا ہوا بھی وہ اپنی عقل وحواس کو قائم رکھ سکتا ہے اور سکون وراحت سے محروم نہیں ہو سکتا۔ تمہیں سکون دل کی تلاش تھی۔ اُس کا آسان نسخہ تمہیں مل گیا۔ اب تم کہیں کسی اور حال میں بھی رہو۔ اس نکتے کو نہ بھلا سکو گے اور تمہارا دل کبھی ڈانواڈول نہ ہو سکے گا۔ بس اب تمہیں جانے کی اجازت ہے۔ جاؤ اور اس نکتے کو زندگی کا محور بنا کر اس پر عمل کر کے دوامی راحت وسکون کو حاصل کرو اور اپنی زندگی کو کامیاب وکامران بناؤ۔"

مُنی شُکدیو جی نے نہایت عقیدت اور محبت کے ساتھ گورو کے چرنوں کو بوسہ دیا اور اُن کی آگیا پا کر وہاں سے اپنے آشرم کی طرف لوٹ چلے۔ سچے گورو کے فیض سے اُن کے دل سے سب وسوسے اور بھرم دور ہو گئے تھے اور ابدی راحت وسکون کی دولت سے وہ مالا مال ہو گئے تھے اس سے زیادہ انہیں چاہیئے ہی کیا تھا۔ اب وہ گورو کے بتلائے ہوئے بھجن ابھیاس میں ہر لمحہ مگن رہ کر شانتی اور چین سے دن بسر کرنے لگے۔

دیورشی نارد جی بولے، بابا داس! راج رشی جنک اور مُنی شکدیو کی ملاقات کا یہ پرسنگ ختم ہوا۔ اس میں تمہارے سوچنے اور سمجھنے کا بہت کچھ سامان ہے۔ جو بیش قیمت نکتے اس کتھا سے تمہیں حاصل ہوئے انہیں اپنے دل میں

(باقی صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ ہو)

جگہ دو اور اپنی زندگی کو بھگتی کے سانچے میں ڈھالنے کا جتن کرو۔"

ذرا رُک کر انہوں نے چلنے کا ارادہ کیا اور بولے "اچھا اب ہم جلیں گے۔ جلد ہی پھر ملیں گے۔"

اتنا کہہ کر انہوں نے اپنی بین بغل میں دبائی اور رام نام کی دھن الاپتے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔



**بقیہ مضمون سنت بانی صفحہ ۳۰**

خزانے کا بھید حاصل کرو۔ قدرت نے انسان کو روحانیت کی دولت سے مالامال کر رکھا ہے۔ پھر بھی اگر انسان اپنی ہستی و حیثیت کو بھول کر دُکھ چنتا اور غم کا شکار بنا رہے تو اس میں اس کا اپنا ہی قصور ہے۔ اُس کی اپنی ہی غفلت اور گمراہی اس کے لئے ذمہ دار ہے ؞



# بھجن

(طرز: مور بولے ۔ چکور بولے)

ٹیک: من میرے بچار کیجئے ۔
سدا ستگور کے چرنوں سے پیار کیجئے ۔

۱۔ بار بار مایا یہ لوبھ دکھلائے
پھندے میں من میرے تجھ کو پھنسائے
اس کا نہ کبھی اعتبار کیجئے

۲۔ پگ پگ پہ دیکھنا دھوکے کا جال ہے
اس میں نہ پھنسنا ۔ یہ جی کا جنجال ہے
اپنے کو ذرا ہوشیار کیجئے

۳۔ وشیوں میں بھوگوں میں دل نہ لگائیے ۔
سکھ کی نہ ٹھور بنا بھگتی کے پائیے
بے شک جو جتن ہزار کیجئے

۴۔ ستگور کا پریم اور بھگتی ہی سار ہے
بھگتی بغیر تیرا جینا بیکار ہے
بھگتی کی مانگ بار بار کیجئے

۵۔ دنیا کا لوبھ موہ من میرے چھوڑ دے
ستگور کے چرنوں میں سرتی کو جوڑ دے
جیون کا اپنا سدھار کیجئے ۔




پرم سنت شری کبیر صاحب کا ارشاد ہے:-

## دوہا

کبیر سب جگ نردھنا  دھنونتا نہیں کوئے
دھن ونتا سو جانیئے  جا کے ست نام دھن ہوئے

شری کبیر صاحب کی نظروں میں کوئی بھی شخص اس دنیا میں صاحب دولت و زر نہیں ہے۔ انھوں نے سب کو ہی نردھن یعنی مفلس کا نام دیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ دولت مند فقط وہی کہا جا سکتا ہے جس نے مالک کے سچّے نام کی سچّی دولت جمع کی ہے۔ کیونکہ یہی انسان کی حقیقی دولت یا پونجی ہے، جو لوک پرلوک میں اس کا ساتھ دینے والی ہے۔

آج کے زمانہ میں دھن دولت کو ہی زندگی کی سب سے بڑی ضرورت مانا جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے و جمع کرنے کو ہی زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھا جاتا ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ دنیا میں زندگی گزارنے اور جسمانی و دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے انسان کسی حد تک روپے پیسے کا محتاج ہے۔ کیونکہ روپے پیسے کے بغیر کسی کا بھی کام نہیں چل سکتا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ مفلسی سے بڑھکر گناہ اور نہیں ہے۔ مفلس و قلاش انسان کی زندگی اپنے لئے تو وبال ہوتی ہی ہے، ساتھ ہی دوسروں کے لئے بھی وہ وبال

جان ہوتا ہے۔ اِس دنیا میں رہ کر ہر شخص کو اپنی ضروریاتِ زندگی تو کسی نہ کسی طرح پوری کرنی ہی ہونگی۔ لیکن جو شخص اتنا کماتا ہے، جس میں اس کا گزارہ ہی بمشکل چل سکے، تو وہ حالات زمانہ کا مقابلہ کرنے کے لئے مقدور کہاں سے لائے گا؟ اس بات کا کیا یقین کہ جو حالات آج ہیں وُہی ہمیشہ قائم رہیں گے۔ یہ دُنیا تبدیلی پذیر ہے اور یہاں لحظہ بہ لحظہ حالات پلٹتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی زمانے کی ہوا ناموافق ہو جاتی ہے اور کبھی قدرتی آفتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان تمام بدلتی ہوئی حالتوں سے نپٹنے کی طاقت مُفلس و نادار شخص میں نہیں ہوتی۔ اور اگر ہو بھی تو برائے نام ہوتی ہے لیکن دوسری طرف ایک دولت مند شخص ہر طرح کی ناموافق اور ناہموار حالتوں سے بخوبی نپٹنے کی قدرت رکھتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ لوگ عام طور پر دولت سمیٹنے کی مُہم میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

بے شک دولت انسان کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ محض دولت جمع کرنے کو ہی زندگی کا مقصد قرار دے دیا جائے۔ جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ دولت مند شخص اپنی دولت کے بل بُوتے پر دُنیا کی ہر طرح کی آرام و آسائش کو حاصل کر سکتے ہیں اور اسی لئے چین و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں، وہ سخت غلطی کا شکار ہیں۔

دوسری طرف وہ لوگ بھی بھاری غلطی میں مبتلا ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ فقط دھن دولت کے نہ ہونے سے ہی انسان کلفت و مُصیبت کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں ایسے انسان اس دُنیا میں دیکھے جا سکتے ہیں، جن کے پاس دھن دولت کے انبار اور ڈھیر لگے ہیں، مگر انھیں راحت و سکون مُیسّر نہیں۔ بخلاف اس کے ایسی بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ مُفلس و نادار لوگ نہایت آرام و راحت، سکون و خوشی کی زندگی گزارتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن مُفلسوں کی راحت بھری زندگی دیکھ کر بڑے بڑے امیروں کو بھی رشک ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ سُکھ، خوشی اور راحت کے حصول کا ذریعہ محض دولت ہی نہیں۔ بلکہ کچھ اور ہی چیز ہے۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ دولت ہی طاقت و حکومت کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور طاقت و حکومت کے زور سے دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے، گویا تینوں ہی آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ بے شک و شبہ یہ بات کسی حد تک سچ بھی ہے۔ لیکن یہ جو عام خیال پایا جاتا ہے کہ دولت۔ طاقت و حکومت کی تکون سے خوشی۔ راحت اور سکون کی دوسری بڑی تکون کی شکل بنائی جا سکتی ہے، یہ تو سراسر غلط ہے۔ دولت۔ طاقت اور حکومت میں بڑھا چڑھا اور زبردست ہونے کے لئے مصر کے قدیم بادشاہ قارون کا نام تواریخ میں مشہور ہے۔ دولت جمع کرنے میں تو قارون کا ثانی آج تک دنیا میں پیدا نہیں ہو سکا۔ اس کے جمع کردہ خزانوں کے صندوق اس قدر لاتعداد تھے کہ اُن کی صرف چابیاں ہی چالیس اونٹوں پر لادی جاتی تھیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ اتنی کثیر دولت جمع کر کے قارون نے بہت بڑی طاقت اور حکومت حاصل کر لی تھی لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اس قدر زیادہ دولت۔ طاقت اور حکومت کو حاصل کر کے بھی، قارون دلی خوشی، راحت اور سکون کی دولت سے مالا مال نہ ہو سکا۔ سُنا جاتا ہے کہ دولت جمع کرنے کے لالچ نے اُس کا دن کا چین اور راتوں کی نیند تک حرام کر دی تھی۔ دولت کی حرص اور طاقت کے غرور نے اُسے نیم پاگل سا بنا دیا تھا۔ زندگی بھر وہ دولت سمیٹنے کی دُھن میں اُلجھا رہا، مگر ایک بھی رات آرام کی نیند نہ سو سکا۔ مرتے وقت تو اُس کی حالت اور بھی بُری تھی۔ جسم سے اُس کا دم نکلنا اس لئے محال ہو گیا تھا کہ اُس کی جان دولت کے اُن انباروں میں قید تھی جنھیں اکٹھا کرنے میں اُس نے ساری زندگی ختم کر دی تھی۔ جس دولت، طاقت اور بڑائی کو دنیا میں بہت بڑی چیز سمجھا جاتا ہے، وہی اس کے لئے لعنت اور وبالِ جان ہو گئی۔ تب ایسی دولت بھی کس کام کی، جو انسان کے دل کے سکون اور راحت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔

یونان کے مشہور معروف شہنشاہ اور فاتح اعظم سکندر کی کہانی اوپر لکھی جاچکی ہے۔ سکندر اعظم نے بھی شاہ قارون کی مانند بے شمار دولت جمع کرکے خدا بننے کا خواب دیکھا تھا۔ مگر کیا اُس کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکا ؟ کیا صرف مالی دولت۔ طاقت اور حکومت کو پاکر ہی کوئی خدا کا درجہ حاصل کرسکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ چنانچہ تمام دنیا کا واحد شہنشاہ کہلانے اور دُنیا کی ساری دولت کا مالک بن جانے کی سکندر کی حسرتیں بھی دل ہی دل میں گھُٹ کر رہ گئیں جب اُسے سخت لاعلاج مرض نے آدبایا اور اُس کا سکون و چین حرام ہوگیا۔ تب اُس کی جمع کی ہوئی تمام دولت اور طاقت بھی اُسے مُہلک مرض، اور موت کے مُنہ سے نہ بچا سکی۔ اگر دلی سکون و روحانی خوشی کو دولت۔ طاقت و حکومت سے خریدا جا سکتا۔ تو سکندر کے پاس ان چیزوں میں سے بھلا کس چیز کی کمی تھی کہ وہ راحت و سکون سے محروم رہا۔ کبھی نہ ٹلنے والی تقدیر کی مانند موت بھی اٹل ہے اور اپنے مُقررہ وقت پر موت کا ظالم ہاتھ ہر شہنشاہ اور گدا کا گلا دھر دباتا ہے۔ ظالم موت کے دربار میں شہنشاہوں کے لئے کسی طرح کی رو رعایت نہیں اور گداؤں کے لئے اُس کے دل میں کسی طرح کی نفرت و دشمنی نہیں۔ اُس کے لئے تو سبھی ایک جیسے شکار ہیں۔ وہ جب چاہے اور جہاں چاہے، امیر غریب یا بڑے چھوٹے کا لحاظ کئے بغیر ہر ایک کو اپنا نوالہ بنا لیتی ہے۔ جب ہر شخص کا یہی انجام ہونا یقینی بات ہے اور جب یہ طے ہے کہ موت کے بے درد ہاتھوں سے دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اور دولت بھی کسی کو نہیں بچا سکتی۔ تو پھر دولت کے وہ انبار کس کام کے ہوئے اور ایسی طاقت و اقتدار اور دبدبہ وغیرہ بھی کس مطلب کے ہوئے۔ جن کے وسیلہ سے مرتے دم تک بھی راحت و سکون نصیب نہ ہوسکا ؟

اسی لئے سنتوں نے کہا ہے :۔

## دوہا

ارب کھرب لوں لکشمی　　اُدے آست لوں راج
تُلسی جو نج مرن ہے　　تو آوے کونے کاج

(سنت تُلسی صاحب)

مطلب :- تلسی صاحب کہتے ہیں کہ خواہ اربوں کھربوں کی قیمت کی دولت جمع کر لی جائے اور خواہ دُنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک (یعنی جہاں سے آفتاب طلوع ہوتا ہے، وہاں سے لے کر غروبِ آفتاب کے دہانے تک) روئے زمین کی بادشاہت حاصل ہو لیکن جب اپنا مرنا یقینی ہے اور یہ بھی طے شدہ ہے کہ مرتے وقت یہ سب دولت وحکومت کچھ مدد نہیں کر سکتی، تو پھر یہ کس کام کی ہوئی؟"

لنکا کا راجہ راون کیا طاقت۔ اقتدار اور دولت مندی واقبال مندی میں کس سے کم تھا۔ لیکن اُس مغرور راون کا جو حشر ہوا وہ تو کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ کیا اپنی زندگی میں راون کو کبھی بھی سکونِ قلبی و راحت نصیب ہو سکی؟ تواریخ اس کا جواب نفی میں دیتی ہے۔ تمام عمر راون سکون و راحت کی ہلکی سی جھلک دیکھنے کے لئے تڑپتا اور چھٹپٹا رہا، مگر حاصل نہ کر سکا۔ جب بڑے بڑے نامی شہنشاہوں کی یہ حالت ہے کہ وہ سکون و راحت سے محروم زندگی گذار کر مر گئے۔ تب معمولی انسانوں کا تو کہنا ہی کیا؟

جو لوگ، دن رات دولت کے انباروں تلے دبے ہوئے ہیں، ذرا اُن سے پوچھا جائے کہ دولت نے اُنھیں کیا آرام پہنچایا۔ بے شک و شبہ دولت کی بدولت اُنھیں بیشمار جسمانی راحتیں اور نفسانی لذتیں حاصل ہوئی ہیں لیکن روحانی راحت اور سکون

تو ان جسمانی و نفسانی لذتوں میں نام کو بھی نہیں ہے۔ وہ تو چیز ہی کچھ اور ہے، جو صرف مالک کی یاد اور بندگی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ دوسری کوئی صورت اس کے ہاتھ آنے کی نہیں۔ اگر دولت سے ہی روحانی راحت و سکونِ دل میسّر ہونے کا امکان ہوتا۔ تو مالک کے وہ سچے بھگت جو دُنیاوی دولت کے لحاظ سے قطعی کنگال اور مُفلس تھے، لیکن جنھوں نے مالک کی بندگی کو ہی حقیقی دولت اور پُونجی مان کر یہی سرمایہ جمع کیا ہے وہ تو روحانی سکون سے محروم ہی رہ جاتے۔ اور اُن کے بدلے دولت مند لوگ ہی سکون و خوشی کا خزانہ لُوٹ لے جاتے۔ مگر حالت اس کے قطعاً برعکس ہے۔ یعنی جہاں مالک کی یاد میں دل لگانے والے مفلس اور نادار لوگ سکون کی لازوال دولت سے مالا مال نظر آتے ہیں، وہاں مالک کی یاد کو بھلا کر دُنیاوی دولت کے بُوتے پر عیش و عشرت میں غلطاں رہنے والے دولت مند لوگ روحانی راحت سے یکسر محروم دیکھے جاتے ہیں۔

ایسا کہنے سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دولت کچھ بُری چیز ہے یا یہ سُکھ اور راحت کے طلب گار کو دولت سے نفرت کرنا ضروری ہے۔ نہیں، یہ بات ٹھیک نہیں۔ جیسا کہ اوپر کہہ آئے ہیں، دولت کے بغیر دنیا کے کام دھندے بھی تو نہیں چل سکتے۔ ہاں کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ حقیقی دولت فقط مالک کا سچّا نام اور بھجن بندگی کمائی ہے، جو کہ پرلوک کا سچا توشہ اور رُوح کی سچی پونجی یا سرمایہ ہے۔ اگر انسانی زندگی کو پا کر مالک کے نام کی کمائی اور بھگتی کی دولت جمع نہیں کی تو دُنیا میں جنم لینے کا فائدہ ہی کیا حاصل ہوا؟ خالی ہاتھ انسان دُنیا میں آیا اور خالی ہاتھ جھاڑ کر یہاں سے چلتا بنا۔

نام اور بھگتی کے بغیر، مالک کی یاد اور بندگی کے بغیر امیر و غریب دونوں یکساں طور دُکھی ہیں۔ سنتوں ست پُرشوں کی نظر سطحی یا دُنیاوی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ہر بات کو روحانی نکتہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور رُوح کے نفع نقصان کے سوال کو سب سے بڑی اہمیت دیتے

ہیں۔ اسی لئے وہ شاہ و گدا کے دُنیاوی رُتبہ اور منزلت کو نہیں دیکھتے۔ خواہ شاہ ہو، خواہ گدا، اگر دونوں ہی نام کی کمائی سے محروم ہیں۔ تو سنتوں کی نگاہ میں دونوں ہی کنگال اور دُکھی ہیں، بھجن بندگی کی حقیقی دولت کے نہ ہونے سے سنتوں نے ان دونوں کو ایک سا درجہ دیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ بھجن بھگتی کی کمائی کے بغیر تمام دُنیا ہی دُکھ کا شکار ہے، سُکھی صرف وہی خوش نصیب شخص ہے، جس نے مالک کے نام کو اپنی زندگی کا سچّا سہارا بنایا ہے۔ ؎

نانک دُکھیا سب سنسار　　سو سُکھیا جس نام آدھار

(گوربانی)

یہ فیصلہ کسی دُنیادار انسان کا نہیں، بلکہ حقیقت شناس اور رمزداں ست پُرشوں کا ناطق فیصلہ ہے۔ جو قطعی طور پر تیار تھا اور صحیح ہے۔ سنتوں کا نظریہ دُنیاوی نہ ہو کر روحانی ہوتا ہے، اس لئے اسی کو ہم صحیح نظریہ کہہ سکتے ہیں۔ دُنیا داروں کی نظر تو فقط اس دُنیا کی فانی اور عارضی زندگی کے بقا سُکھ کو دیکھ سکتی ہے۔ مگر سنتوں کی نظر ابدی زندگی پر رہتی ہے اور وہ رُوحانی سُکھ دُکھ کی گہرائیوں کو ناپتے ہیں۔

کیا دولت مند اور مفلس، نام اور بھگتی کی کمائی سے محروم رہنے والوں کو سنتوں نے ایک ہی صف میں کھڑا کیا ہے رُوح کی حقیقی دولت فقط مالک کا نام اور پرماتما کی بھگتی ہے اس لئے سنتوں کے ہاں اسی دولت کی قدر کی جاتی ہے۔ اگر دولتمند شخص بھگتی کی کمائی کرتا ہے تو سنتوں کی نظر میں وہ بے شک قابل قدر ہے۔ ورنہ دُنیاوی دولت کے لحاظ سے اُس کی کچھ بھی قدر و قیمت سنتوں کے دل میں نہیں۔ دوسری طرف نپٹ کنگال اور مفلس شخص بھی اگر نام اور بھگتی کی دولت سے مالا مال ہے تو سنتوں کی نگاہ میں وہ اُس زر دار سے لاکھ درجہ بڑھ کر قابل قدر ہے، جس نے نام کی کمائی نہیں کی۔

سنتوں کا کتھن ہے :-

(دوہا)

دھن ونتے سب ہی دُکھی    نِردھن ہیں دُکھ روپ
سادھ سُکھی سہجو کہے    پایو بھید انوپ
سہجو بائی جی

مطلب :- نردھن یعنی مفلس لوگ تو دھن کے نہ ہونے سے دُکھی رہتے ہیں، اور جو دھنوان ہیں، تو دولت کے لالچ میں مبتلا رہنے کے سبب وہ بھی کم دُکھی نہیں۔ سہجو بائی جی کا کہنا ہے کہ سُکھی فقط سادھو لوگ ہیں، جنھوں نے سُکھ کا حقیقی راز پالیا ہے۔

سُکھ کا حقیقی راز کیا ہے؟ یہ کہ سچا سُکھ یا روحانی سکون نہ تو دھن دولت میں ہے، نہ عیش و عشرت کی فراوانی میں، نہ نفسانی لذتوں میں اور نہ ہی دُنیا کی بڑائی و طاقت حاصل کر لینے میں۔ بلکہ سچے سُکھ کا [illegible] ان سب چیزوں سے پرے اور بلند ہے۔ وہ سُکھ صرف مالک کے نام اور بھجن میں ہے۔ اس بھید کو جان کر جو سدا مالک کے نام میں مگن رہتے ہیں، وہی اور صرف وہی حقیقی معنوں میں سُکھ اور سکون کے خزانے کے مالک ہوتے ہیں۔

نام اور بھگتی کا خزانہ تو سب کے گھٹ میں موجود ہے مگر سنتوں، ست پُرشوں کی رہنمائی کے بغیر عام دُنیادار انسان اس روحانی دولت سے محروم ہے اور اسی لیے وہ دن رات دُکھ کا شکار رہا کرتا ہے۔ لیکن جب سنتوں کی دیا سے انسان گھٹ ہی میں نام کے خزانہ کو پالیتا ہے، تو پھر اُس کے لئے دُنیا میں کہیں بھی دُکھ اور غم کا وجود باقی نہیں رہتا۔

دُنیاوی دولت اور عیش عشرت کے سامانوں کے پیچھے رات دن بھاگتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں۔ حقیقی معنوں میں دولت مند کہلانے اور ابدی سُکھ و سکون کے خزانے سے مالامال ہونے کی خواہش ہے، تو گھٹ ہی میں اس خزانہ کی کھوج کرو اور سنتوں سے مل کر اس

# سی حرفی (پنجابی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

دش اشوق دے نال سچی سک دے نال — بھجن بندگی سدا کمائے پریمی
تیاگے آس اندیشے سنسار والے — سچے نام دی آس لگائے پریمی
دلوں کڈھ کے دویت گمان غیرت — نمرتائی غریبی وسائے پریمی
کام کرودھ مد لوبھ دا خیال چھڈ دے — خیال بھگتی وچ رُجھائے پریمی
رہندا پیارے دی لگن وچ مست ہردم — دنیا ساری دا خیال بھلائے پریمی
سچے پریم دی ایہہ داسن داس برکت — وچ پریتم دے روپ سمائے پریمی
شمع گورو دا وہ پروانہ سچا — خاطر پیارے دی آپ مٹائے پریمی
بازی پریم دی کھیلے نہ مول ڈردا — سیس تلی دے اوپر ٹکائے پریمی
کرن لکھ مخالفت جگ والے — فکر کرے نہ ذرا گھبرائے پریمی
ساری مشکلاں اور مصیبتاں نوں — ہنسی خوشی دے نال لنگھ جائے پریمی
رستہ پریم دا بے شک ہے بہت اوکھا — مگر قدم مضبوط جمائے پریمی
جان جائے تاں جائے داسن داس آکھے — سچے نیہہ نوں توڑ نبھائے پریمی

شک دا شبہ نہ کوئی ایس گل اندر
جدوں پریم دے مارگ وچ آئے پریمی
خودی مان تے نالے اہنکار من دا
کھٹی پریم نے وچ جلائے پریمی
وسّے پیارے دی اکھیاں وچ صورت
نال پیارے دے اکھ ملائے پریمی
وچ پریم دی لگن اٹل رہ کے
اچی پریم دی منزل نوں پائے پریمی
سچے ستگورو دیو دے چرن اندر
سُرت اپنی نوں ٹھہرائے پریمی
داسن داس ستگورو دی موج من کے
سدا صاحب دے رس نوں بھائے پریمی

---

ص صفت کی آکھیے پریمیاں دی
جیہڑے پریم مارگ چل آؤندے نی
ایس مارگ نے وچ پختہ پیر دھر کے
پچھاں قدم نہ مول ہٹاؤندے نی
دنیا داری دا دھوہ کے رنگ دل توں
گوڑھا پریم دا رنگ چڑھاؤندے نی
چنتا فکر سنسار دی نہیں رکھدے
کوئی غم نہ دل نوں لاؤندے نی
داسن داس ڈوری من اپنی دی
گورو دیو دے ہتھ پھڑاؤندے نی
متی من دی نوں دینے تیاگ بالکل
تاں ہی مالک دے چت نوں بھاؤندے نی
صبر شانتی نال اوہ گزر کردے
پریم پیار دا جھٹ لنگھاؤندے نی
لکھاں طعنے ملامتاں جگ دیاں
ہس ہس کے سدا سہ جاؤندے نی

مٹھا بولن تے سب دا بھلا منگدے　　کسی نال نہ ویر کماوندے نی
تال پریم دی چوٹ دے بغض نفرت　　والی سخت دیوار نوں ڈھاوندے نی
سچے گورو دے پیار دی خاطر تے　　کئی کشٹ کلیش اٹھاوندے نی
کردے آپ نوں جدوں قربان صدقے　　داسن داس گورسکھ کہلاوندے نی
صاف دل نوں کرن سب خواہشاں تھیں　　مانجھ مانجھ کے میل چھڑاوندے نی
کٹھی کرن نہ واسنا میل جگ دی　　وشیاں وچ نہ من اٹکاوندے نی
بدلے میلی تے گندیاں خواہشاں دے　　ہردے گورو دا دھیان ساوندے نی
رکھن چیت نوں وشیاں دے اندر قائم　　تھاں تھاں نہ سرت بھٹکاوندے نی
اسی طرح من اپنا شدھ کرے　　انتر مکھ پھر سرت لگاوندے نی
داسن داس آخر اپنے گھٹ اندر　　درشن ستگورو مالک دا پاوندے نی

---

ض۔ ضبط کرنا بے شک کم مشکل　　پاپی من ہے مکر ہزار کردا
طرح طرح دے خیالاں تے خواہشاں دی　　گھڑی گھڑی ایہہ دشٹ بھرمار کردا
جدوں ہووے سرکش تاں من ظالم　　طرح طرح دے نال خوار کردا
پھندے اپنے اندر پھنسا لیندا　　بے بس مجبور لاچار کردا

کردا چین آرام حرام ہردم ۔۔۔ جینا آدمی دا دشوار کردا

داسن داس ایہہ لوک پرلوک اندر ۔۔۔ دکھی جیو تائیں آخر کار کردا

ضائع کرے اوہ قیمتی وقت اپنا ۔۔۔ جو کوئی من دا ذرا اعتبار کردا

بن کے دوست ایہہ دشمنی کرے کیٹی ۔۔۔ بڑا دھوکا فریب مکار کردا

آستیں دا سانپ جانو من تائیں ۔۔۔ چوری چھپے ہے جیو تے وار کردا

چھری وچ کلیجے دے ماردیندا ۔۔۔ گہرا زخم ہے وانگ تلوار کردا

آکھے من دے پیارے نہ مول لگنا ۔۔۔ داسن داس ہے تینوں ہوشیار کردا

اس من دا منے جو شخص کہنا ۔۔۔ مانش جنم اوہ اپنا بیکار کردا

ضرب بندگی بھجن دی لائے من نوں ۔۔۔ سمرن نام دا جو بار بار کردا

سنجم سادھنا تپ تے تیاگ نالے ۔۔۔ جو کوئی اپنا شدھ بیوہار کردا

بھلا برا جو روح دا سوچدا اے ۔۔۔ ہانی لابھ دا جو بچار کردا

دیندا تیاگ جو وشے دی واسنا نوں ۔۔۔ دور دل دے سارے وکار کردا

اوہی نفس پلید نوں زیر کردا ۔۔۔ اپنے من نوں اوہ تابعدار کردا

داسن داس اوہ من تے پاوے قابو ۔۔۔ گورو چرناں دے نال جو پیار کردا

# پریم پرسنگ

بحث ومباحثہ یا واد وِواد کی خامیاں بیان کرنے اور بھگتی کے طلبگار کو یہ خامیاں جتلاکر بحث ومباحثہ سے پرہیز کرنے کی ہدایت دیتے کے بعد دیو رشی نارد جی اُن باتوں کا ذکر کرتے ہیں، جو بھگتی اور پریم کے حصول و ترقی میں مددگار ثابت ثابت ہوتی ہیں:

- جن میں ہو بھگتی کا ورنن ایسے گرنتھوں کو پڑھے
چاہیئے سادھک کو پڑھ کر عمل بھی ویسا کرے
شردھا اُن گرنتھوں میں اور سنتوں کی بانی میں رکھے
کرم پھر ایسے کرے، جن سے کہ نت بھگتی بڑھے
کیونکہ ہیں بھگتی کو پانے کے یہ بُنیادی اصول
ان کی پابندی سے ہونا جا بھگتی کا حصُول (سُوتر ۷۶)

مطلب: "سادھک یعنی پریما بھگتی کے طلبگار کو چاہیئے کہ ایسے گرنتھوں اور شاستروں کو ہمیشہ پڑھے سُنے۔ جن میں بھگتی کی بڑائی کا ذکر ہو اور بھگتی کو حاصل کرنے کے ذریعوں کا بیان ہو۔ اس قسم کے گرنتھوں شاستروں، پُستکوں اور ست پُرشوں کی بانیوں میں سچی دلی شردھا رکھتے ہوئے اُن سے جو تعلیم حاصل کرے اسی کے مطابق عمل بھی کرے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ہمیشہ ایسے کام کرے جن کے نتیجہ میں بھگتی اور پریم کی خاطر خواہ ترقی ہو۔ یہی بھگتی کو پانے

کے بُنیادی اُصول ہیں جن کی پیروی کرنے اور جن پر ہمیشہ پابند رہنے سے سادھک کو بہت جلد بھگتی کا حصول ہوتا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتا ہے"۔

اس سے پہلے کے دو سوتروں میں دیورشی نارو جی نے جو بحث ومباحثہ میں نہ اُلجھنے کے متعلق ہدایت دی ہے۔ اُس کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھ لینا چاہیے کہ پریما بھگتی کے سادھک کو کوئی گرنتھ اور شاستر نہ پڑھنا چاہیئے۔ یا اُسے کسی طرح کا کرم (فعل) نہیں کرنا ہے۔ جن گرنتھوں پُستکوں اور شاستروں میں بھگتی کی بڑائی کا بیان ہو یا مالک کے پریم کی مہاگائی گئی ہو۔ بھگتی کو پانے کے ذریعے اور ڈھنگ سمجھائے گئے ہوں یا جن میں میں مالک کے پریمی بھگتوں کے اتہاس اور کتھائیں بیان کی گئی ہوں اور جن میں بھگوان کی انوکھی لیلاؤں چرتروں کا ذکر ہو ایسے گرنتھوں کا مطالعہ کرنا۔ یا اگر خود نہ پڑھ سکے، تو دوسروں کے منہ سے سُننا تو بھگتی کے سادھک کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ ایسی پُستکوں کے پڑھنے اور سننے سے دل میں بھگتی کے جذبات کو اُبھرنے کا موقع ملے گا۔ مالک کے پریمیوں اور اُن کی لیلا چرتروں کو پڑھ سن کر مالک کے پریم کی اُمنگ پیدا ہوگی۔ پریمی بھگتوں کے اتہاس اور کتھاؤں کے پڑھنے سننے سے اُن بھگتوں کی مانند خود بننے کا شوق پیدا ہوگا اور پریم کی لگن امڈنے لگے گی۔ اس لئے ان کا پڑھنا سننا نہ فقط ضروری بلکہ لازمی ہے اس کے علاوہ ست پُرشوں کی بانیوں اور اُن کے اُپدیشوں کے پڑھنے سُننے سے حقیقت کی پرکھ پہچان حاصل ہوتی ہے۔ ست اور است کا گیان ملتا ہے اور مایا موہ کے دھوکے سے اپنا بچاؤ کرنے کا راستہ ملتا ہے۔ لہذا سادھک کے یہ نہایت ضروری ہے کہ پریما بھگتی سے متعلقہ گرنتھوں شاستروں اور سنتوں کی بانیوں میں گہری عقیدت اور شردھا رکھتے ہوئے بڑی توجہ سے

انہیں پڑھے سُنے اور ان پر عمل بھی کرے۔ بار بار ان گرنتھوں اور بانیوں کے پڑھنے سُننے سے بھگتی کے جذبات کو پختگی حاصل ہوتی رہے گی اور سچے پریمی بھگتوں کے تذکرے پڑھنے سننے سے بھی اُن کی مانند بننے کی اُمنگ کو تقویت حاصل ہوگی۔ پریما بھگتی میں پختگی، خاطر خواہ ترقی اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایسا کرنا نہایت لازمی ہے۔ یہ بھگتی کے بنیادی اصول ہیں اور ان کی پابندی رکھنا ہر حالت میں مُفید ہے۔

اس بات کا خیال رہے کہ بھگتی کے سادھک کو ایسے گرنتھوں یا پُستکوں کے پڑھنے سننے میں کبھی دلچسپی نہ لینی چاہیئے، جن میں دنیاداری کی باتوں کا بیان ہو اور جن میں مایا موہ کے خیالات کا اظہار ہو یا نفسانیت اور عیش پرستی کے تذکرے ہوں یا اس قسم کی کہانیاں قصے ہوں جن سے نفسانی جذبات کو اُبھرنے کا موقع ملتا ہو۔ کیونکہ جس قسم کی کتابوں یا پُستکوں کا مطالعہ کیا جائے گا، دل و دماغ پر اُسی طرح کا اثر پڑنا لازمی ہے۔ نفسانی باتوں کے تذکرے اور مایا موہ کے خیالات کا پڑھنا سُننا بھگتی کے سادھک کے لئے گراوٹ اور زوال کا باعث ہے اور یہ سب باتیں اس کے لئے نہایت تباہ کن ثابت ہو سکتی ہیں۔ بار بار اس قسم کے خیالات کے پڑھنے سننے سے دل میں وشے کاروں کی رغبت پیدا ہوگی اور یہ رغبت آہستہ آہستہ بڑھکر اُسے نفس پرستی اور خود غرضی کے گڑھے میں دھکیل کر پُوری طرح تباہ و برباد کر دے گی۔ اس لئے ایسی کتابوں کے پڑھنے اور سننے سے سخت پرہیز واجب ہے۔

نہ صرف یہی کہ بھگتی کے سادھک کو ایسی پستکوں سے پرہیز رکھنا چاہیئے۔

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اُسے ان سے اس طرح دور رہنا اور اپنا بچاؤ کرنا لازم ہے، جیسے کہ لوگ زہریلے سانپ یا بچھو سے دُور بھاگتے ہیں اور اس میں رتی بھر مُبالغہ نہیں کیونکہ نفسانیت کی باتوں کا مواد بھگتی کے سادھک کے حق میں کسی سانپ یا بچھو کے زہر سے کم نہیں۔ سانپ اور بچھو کے زہر سے تو آدمی بچ بھی سکتا ہے۔ لیکن نفسانیت اور وِشیوں کی رغبت کا زہر تو ایسا زہر ہے، جو رفتہ رفتہ پھیل کر انسان کے دل و دماغ کے علاوہ اس کے جسم کی رگ رگ اور نس نس میں نہایت تیزی سے سرایت کر جاتا ہے اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ اس کا اثر کس قدر مہلک اور تباہ کُن ہوتا ہے۔ وشے وکاروں کی رغبت اور نفسانیت کی لگن کے جراثیم انسان کے دل و دماغ میں بہت جلد بڑھتے اور پھیلتے ہیں۔ قدرتی طور پر ہی انسان کے من کی رغبت اور دلچسپی ایسی باتوں کی طرف زیادہ رہتی ہے اور اگر من کو اس قسم کے خیالات اور جذبات کی طرف سے روکنے کے بدلے انہی خیالات اور جذبات کی خوراک بار بار حاصل ہوتی رہے۔ تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ من طاقتور اور زبردست ہو کر انسان پر غالب آجاتا ہے اور اُسے وشے واسنا اور نفس پرستی کی طرف جھکنے کو مجبور کر دیتا ہے پھر اُس سے اسی قسم کے کرم یا فعل بھی ہونے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ ویسی ہی عادتیں بھی پختہ ہو جاتی ہیں۔ اچھا بھلا بھگتی کا طالبگار بھی ان خیالات اور جذبات سے گمراہ ہو کر پورا سنساری اور دنیادار بن بیٹھتا ہے۔ اس قسم کے نفسانی جذبات کو تقویت حاصل ہونے سے بھگتی کا نقصان تو ہوتا ہی ہے، ساتھ ہی انسان کا اخلاق، اُس کا چال چلن اور اس کی حق پرستی و نیکی کی عادتیں بھی تباہ ہو جاتی ہیں۔

اسی لئے بزرگوں نے ہدایت کی ہے :-

سہ خواہ برہما کے بھی مکھ سے نکلا ایسا گرنتھ ہو — جس میں بھگتی کا نہ ورنن۔ پریم کا نہ پنتھ ہو

ایسے گرنتھوں کو نہ ہرگز بھگتی کا سادھک پڑھے — اس سے تو بہتر یہی ہے کہ وہ ان پڑھ ہی رہے

مطلب یہ جن گرنتھوں یا پستکوں میں بھگتی اور پریم کا ذکر نہ ہو یا پریم اور بھگتی کی ترقی میں ممد گار باتوں کا بیان نہ ہو۔ ایسا گرنتھ خواہ خود برہما جی کے مکھ سے نکلا ہوا [illegible] نہ ہو۔ اُسے پڑھنے سننے کی نسبت سادھک کا ان پڑھ اور جاہل رہنا ہی کہیں بہتر ہے۔

رگ، یجر، سام اور اتھروَن — یہ چاروں وید برہما کے مکھ سے نکلے ہوئے ہیں، اسی لئے دنیا میں انکی پوجا اور تعظیم کی جاتی ہے۔ اس سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ برہما کے منہ سے نکلی ہوئی بات کس قدر عظمت اور توقیر کی حامل ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود بھگتی کے سادھک کو یہاں چیتاونی دی جا رہی ہے کہ ایسی باتیں اگر برہما جی کے مکھ سے بھی نکلیں یا ایسا گرنتھ برہما جی کے منہ سے نکلا ہوا بھی ہو جس کے سننے اور پڑھنے سے بھگتی اور پریم کی ترقی میں خلل واقع ہوتا ہو یا جو بھگتی کے خلاف ہوں (یعنی جن سے بھگتی کے نشٹ ہونیکا اندیشہ ہو) تو سادھک کو چاہئیے کہ اُن پر ہرگز کان نہ دھرے اور نہ ہی اُن کی طرف توجہ دے۔ بھگتی کے سادھک کے لئے تو ایسی باتوں کا پڑھنا اور سننا محض تضیع اوقات ہے جن میں مالک کے نام کی مہما اور بھگتی کی بڑائی کا بیان نہ ہو۔ اوپر اسی لئے کہا گیا کہ بھگتی اور پریم کے ذکر سے خالی کتابوں کو پڑھنے سننے کی نسبت ان پڑھ اور جاہل رہنا کہیں بہتر ہے، ان پڑھ اور جاہل شخص اس لحاظ سے فائدہ میں رہے گا کہ اخلاق دھرم اور بھگتی کے خیالات میں گراوٹ، رکاوٹ اور خلل پیدا کرنیوالی باتوں کو نہ پڑھے سنے گا اور نہ ہی اسکے دل پر کسی طرح کا غلط اثر پڑنے کا اندیشہ رہے گا۔

دیورشی جی کا یہی کہنا ہے کہ پریما بھگتی کے طلبگار کو ہمیشہ دھارمک پستکوں، سنتوں اور مہاتماؤں کی پریمی بھگتوں کے انبھوں کا ہی مطالعہ کرنا چاہئیے۔ جن گرنتھوں میں یہ سب نہ ہو اُن کے پڑھنے میں اپنا وقت ضائع ہرگز نہ کرے۔

بھگتی کے سادھک کو کرم یعنی فعل کس قسم کے کرنے لازم ہیں، اس کا بیان آئندہ کیا جائیگا ؛




(طرز:- پہلے وفا کا اپنی یقین تو دلائیے)

ٹیک:- ہردے میں میرے ستگورو آ کر سمائیے
سونی پڑی یہ دل کی نگریا بسائیے

۱- کب سے لگی ہے آس کہ تو دل میں آ بسے
اب زیادہ میرے صبر کو مت آزمائیے

۲- دیکھوں میں دل میں سانوری پیاری چھبی تیری
آ کر نہ دل سے پھر کبھی بھگوان جائیے

۳- دن رات آنکھ میں ہو تصوّر تیرا پربھو
رہنے کا بس ٹھکانہ یہیں اب بتائیے۔

۴- داسوں کے داس کا تیرے چرنوں میں سو رگ ہے
چرنوں سے اب تو دور نہ ہرگز ہٹائیے۔

---

# امر بانی

## تکبر اور حلیمی

یہ دنیا مجموعۂ ضدّین ہے۔ یعنی یہاں ہر چیز کے دو متضاد پہلو دیکھنے میں آتے ہیں۔ جیسے
دن، رات۔ سردی۔ گرمی۔ سُکھ، دُکھ، غرور اور حلیمی۔ مایا اور بھگتی وغیرہ —— یہ سب متضاد
پہلو ہیں۔ جو دُنیا میں ساتھ ساتھ چلتے اور مل کر کام کرتے ہیں۔ ہمیں یہاں غرور یا
تکبّر اور حلیمی یا انکساری کے بارے میں کہنا ہے۔ جب جیو پر مایا کا غلبہ ہو جاتا ہے، اُس کے
سر پر ہر وقت تکبّر کی صُورت میں کال اور مایا کا بھُوت سوار رہتا ہے اور اُسے آخر کار ایک
دن کال کا لُوالہ بننا ہی پڑتا ہے۔ دوسری طرف جیو مایا کے پھندے سے آزاد ہونے کے
لئے سنت ستگُورو کی شرن لیتا ہے، اُس کی پرماتما ہر طرح سے امداد و حفاظت کرتا ہے اور اُسے
بھگتی کی بے بہا نعمت بھی حاصل ہوتی ہے۔

مایا کا غرور انسان کو ذلّت کے کس درجے تک پہنچاتا ہے۔ اس بارے میں راجہ راون
کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ راون بہت بڑا عالم فاضل اور ویدوان تھا۔ دُنیا بھر کی
کی طاقتیں اُسے حاصل تھیں۔ رِدھیاں سِدھیاں بھی اُس کے زیر تھیں۔ وہ اتنا بڑا
طاقتور اور پرتاپی تھا کہ اُس نے کال کو بھی اپنے پلنگ کے پائے سے باندھ رکھا تھا۔ ایسی
کونسی طاقت تھی جو اُسے حاصل نہ تھی۔ لیکن وہ ایک چیز سے محروم تھا، یعنی بھگتی۔ صداقت
اور حلیمی کے اوصاف اُس میں نام کو بھی نہیں تھے۔ ان کے بدلے اُس کے دل میں مایا کا گھمنڈ
اور اپنی بے پناہ طاقت کا ابھیمان تھا۔ دوسری طرف اُس کے بھائی وبھیشن کی مثال ہے۔
وبھیشن کے پاس مایا کی یہ سب طاقتیں تو نہیں تھیں لیکن اُس کے پلّے پریم بھگتی اور

سچائی کی طاقت تھی۔ دونوں سگے بھائی تھے۔ مگر راون کو تو راکشش کہہ کر پکارا جاتا ہے اور وبھیشن کو پربھو بھگت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ راون کے دل میں تکبّر یا اہنکار بھرا تھا اور یہی اہنکار دراصل راکشش ہے۔ اہنکار کی وجہ سے ہی راون کو تمام دنیا راکشش کہنے لگی اور ابھی تک کہتی ہے۔ اُسے مرے ہوئے صدیاں گذر گئیں، لیکن آج تک اُس کی جو ذلّت اور رُسوائی ہر برس دسہرے کے دن کی جاتی ہے وہ تو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ رہتی دُنیا تک اُس کی اسی طرح دُرگتی ہوتی بھی رہیگی۔ اس سے ظاہر ہے کہ تکبّر یعنی اہنکار بُری بَلا ہے اور یہی انسان کو ذلیل بھی کرتا ہے۔ راون کی دُرگتی دراصل اہنکار کی دُرگتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اہنکار کی دُرگتی یعنی رسوائی ہونی بھی چاہئے۔ اُدھر وبھیشن جی کی سچائی، حلیمی اور بھگتی کے باعث آج تک دُنیا اُن کی تعظیم کرتی اور اُن کے نام پر پھول چڑھاتی ہے۔ ہونا بھی یہی چاہئے۔ اہنکار ہی مایا ہے اور غریبی، حلیمی یا نمرتا ہی بھگتی ہے۔ بھگتی کے آگے تمام دُنیا کو عقیدت سے جُھکنا پڑتا ہے اور بھگتوں کی قدر و تعظیم سب کو کرنی ہی پڑتی ہے۔

اہنکار کا بھوت جس کے سر پر سوار رہتا ہے، اُسے پھر ہوش نہیں رہتی۔ اہنکار کے نشہ میں چُور ہو کر وہ اتیا چاری بن جاتا ہے۔ تکبّر کے ہاتھوں ذلّت و تباہی کا شکار ہونے والوں کی اور بھی کئی مثالیں اتہاس میں ملتی ہیں۔ جیسے کہ کنس، ہرن کشیپ اور قارون وغیرہ اپنے اپنے زمانے میں نہایت مغرور و ظالم بادشاہ ہو گذرے ہیں۔ مگر اُن کا حشر کیا ہوا؟ کنس کو اپنی طاقت اور حکومت کے گھمنڈ کے سبب راکشش کا خطاب ملا اور اسی طرح ہرن کشیپ کی گنتی بھی تکبّر کے سبب راکششوں میں کی جاتی ہے۔ طاقت اور بادشاہت کے غرور میں چُور کنس نے ظلم و ستم کا وطیرہ اختیار کیا۔ اس نے بھگوان شری کرشن چندر کو بھی اپنے حمایتی راکششوں کے ہاتھوں سے مروا ڈالنے کی کوشش کی۔ مگر ہر شئی کے مالک

کو تو وہ کیا مار سکتا تھا خود ہی اُن کے ہاتھوں ذلیل ہو کر مارا گیا۔ اسی طرح ہرن کشیپ نے تپ کر کے ایسے ایسے انوکھے بردان حاصل کئے تھے جن سے اُسے یقین ہو گیا تھا کہ اب اُس کی بے پناہ طاقت کے سامنے ٹھہر سکنے کی کسی میں تاب نہیں۔ ان بردانوں کے سبب وہ خود کو موت سے بھی بے خوف سمجھنے لگا اور پرجا پر ظلم ڈھانے لگا۔ اپنی سلطنت میں اُس نے اعلان کر دیا تھا کہ لوگ پرماتما کی پُوجا اور بھگتی کو چھوڑ کر اُسے ہی پرماتما مانیں اور اُسی کی پُوجا و بندگی کریں۔ بھگوان نے اُس کے دیگر ہر طرح کے ظلم تو برداشت کر لئے۔ لیکن جب وہ بھگوان کے پریمی بھگت پرہلاد کو ستانے لگا، جو اُس کا اپنا ہی بیٹا تھا۔ تب بھگوان کو اُس کی سرکوبی کے لئے خود ہی آنا پڑا۔ اُس نے پرہلاد جی پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی اور اُنھیں آگ میں تپا کر لال سُرخ کئے گئے لوہے کے کھمبے سے زبردستی چپٹا کر مار ڈالنے پر آمادہ ہوا۔ تب اُسی کھمبے میں سے نرسنگھ رُوپ دھارن کر خود بھگوان پرگٹ ہوئے، اور اُنھوں نے وہیں ہرن کشیپ کا پیٹ پھاڑ کر اُس کا خاتمہ کیا اور اپنے پیارے بھگت پرہلاد کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ تمام دُنیا کو بھی اُس ظالم کے ظلم سے نجات دلائی۔ اسی طرح بادشاہ قارون کے پاس چالیس گنج خزانہ تھا اور ہر طرح کی دوسری طاقتیں بھی اُسے حاصل تھیں۔ اُسے بھی اپنی زبردست طاقتوں کا بڑا غرور تھا اور وہ بھی خود کو خدا کہلوانے لگا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اُسے سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کی ہزار کوشش کی مگر مغرور قارون نے اُن کی نصیحت نہ مانی۔ غرور و تکبّر کے سبب اُس کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا اور غرور نے ہی اُسے اس ذلّت کو پہنچایا کہ آخر کار اُسے زمین میں غرق کر دیا گیا۔

قارُوں ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت نوشیرواں نمُرد کہ نامِ نکو گذاشت

مطلب :- "قارون جو چالیس کوٹھڑیاں خزانے کی رکھتا تھا، وہ غرور اور تکبّر کے باعث ذلیل و رُسوا ہو کر بے موت مرا۔ اُس کے مقابلے میں شہنشاہ نوشیرواں حلیمی اور عدل پرستی

کے سبب دُنیا میں اپنا نیک نام چھوڑ کر مرا۔"

سکندرِ اعظم جیسے دُنیا کے فاتح بادشاہ کی بھی غرور کے سبب جو بُری حالت ہوئی اُسے سب جانتے ہیں۔ تکبر۔ غرور یا اہنکار سے سوائے ذلّت رُسوائی اور خواری کے کچھ بھی حاصل نہیں۔

ے تکبرّ عزازیل را خوار کرد		بزندانِ لعنت گرفتار کرد		(شیخ سعدی صاحب)

مطلب :- عزازیل جو ایک نیک بخت فرشتہ تھا اور خدا کو بہت عزیز تھا جب اُس نے تکبرّ کے نشہ میں چُور ہو کر خُداوند تعالیٰ کی حکم عدولی کرنے کی جرأت کی تو اُس کے بدلے میں اُسنے ذلّت وخواری ہی حاصل کی اور شیطان کا لقب پاکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لعنت کی قید میں گرفتار ہوا۔"

تکبُر یا غرور کا نتیجہ تو ذلّت اور خواری ہے۔ مگر اُس کے مقابلہ میں حلیمی اور انکساری کا نتیجہ راحت اور سُرخروئی ہے۔ گُورمکھ ہمیشہ اپنے دل میں حلیمی کو جگہ دیتے ہیں۔ اس کا پھل بھگتی اور مالک کی پرسنتا ہے۔ ایک بار شری گُورو ارجن دیو جی مہاراج نے اپنے سیوک کو پروانہ دے کر اپنے ایک گورمکھ سشش کے پاس بھیجا۔ اس پروانے میں درج تھا کہ امرت سرو ور کی سیوا کے لئے فوراً پانچ سو روپے بھیج دو۔ اُن دنوں گورو صاحب نے امرت سرو ور بنوانے کا کام شروع کر رکھا تھا اور اُن کے شش سیوک اس سیوا میں تن من دھن سے خوب حصہ لے رہے تھے۔ گورو جی کے ہاتھ کا لکھا پروانہ لے کر سیوک اُس گُورمکھ کے پاس پہنچا اور اُسے وہ پروانہ دیا۔ اس گُورمکھ نے گُورو جی کے حکمنامہ کو سر آنکھوں سے لگایا اور نہایت خوش ہوا۔ لیکن حالت اُس گورمکھ کی یہ تھی کہ گھر میں پانچ سو روپے تو کجا، پانچ پیسے بھی نقد موجود نہیں تھے۔ یہ شخص نہایت نادار تھا اور محنت مزدوری پر گذر کرتا تھا۔ دونوں وقت کا کھانا بھی اُسے بمشکل نصیب ہوتا تھا، بلکہ کبھی کبھی جب مزدوری کا کام نہ ملتا، تو فاقے کرنے کی بھی

نوبت آجاتی تھی۔ گورو کی طرف سے سیوا کا حکم پاکر اُسے بیحد خوشی تو ہوئی۔ مگر سوچنے لگا کہ اتنے روپوں کا انتظام آخر کس طرح کیا جائے؟ اُس کا ارادہ نیک تھا اور نیک ارادے والوں کی مدد ہمیشہ قدرت کرتی ہے۔ چنانچہ اس کے نیک ارادے کی تکمیل کا بندوبست بھی قدرت نے کر ہی دیا۔

رات کے وقت وہ گورمکھ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ سیوا کے لئے روپے کا بندوبست صبح تک کیوں کر ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ کہیں سے قرضہ وغیرہ ملنے کی بھی اُمید نہیں تھی۔ وہ اسی اُدھیڑ بُن میں تھا کہ اُسے منادی والے کی آواز سُنائی دی۔ اتفاق سے اُسی دن وہاں کے راجہ نے مسکیناں نامی مشہور و معروف پہلوان کے دنگل کا انتظام کیا تھا۔ یہ اُسی کا اعلان تھا۔ منادی والے نے اعلان کیا کہ جو شخص مسکیناں کے ساتھ کشتی لڑ کر اُسے جیت لے گا، اُسے راجہ کی طرف سے ایک ہزار روپے کا نقد انعام دیا جائے گا۔ لیکن جو کوئی مسکیناں سے لڑکر ہارے گا، پانچ سو روپے کا انعام پانے کا وہ بھی حقدار ہوگا۔ منادی سُن کر گورمکھ بہت خوش ہوا۔ دل میں اُس نے سوچا۔ اس میں شک نہیں کہ مسکیناں زبردست اور طاقتور پہلوان ہے، اُس کے ساتھ کشتی لڑنے میں ممکن ہے کہ ہڈی پسلی تڑوانی پڑے۔ تاہم گورو کی سیوا کے لئے پانچ سو روپے تو ضرور مل ہی جائیں گے۔ چنانچہ صبح کے تڑکے ہی وہاں جاکر اس نے مسکیناں کے ساتھ کشتی لڑنا منظور کر لیا۔

ادھر مسکیناں نے جب دیکھا کہ اُس کے مقابل دنگل میں اُترنے والا کوئی نامی پہلوان نہیں، بلکہ ایک نہایت دُبلا پتلا اور نحیف شخص ہے، جس کے بدن کی ہڈیاں تک گنی جا سکتی ہیں۔ تو اس نے سوچا کہ ضرور ہی کوئی خاص بات ہے، جو یہ شخص مجھ سے کشتی لڑنے پر آمادہ ہوا ہے۔ چنانچہ لڑنے سے پہلے اس نے اس پہلے سے پوچھا۔ "کیوں بھائی! کیا تجھے اپنی جان عزیز نہیں، جو میرے ساتھ لڑ کر مرنے پر آمادہ ہوا ہے؟"

اس طرح مسکیناں کے بار بار پُوچھنے پر اس گورکھ نے سچی بات ظاہر کر دی۔ گورو کی خاطر ایسی قربانی دینے کو اُس کی آمادگی اور اُس کے دل کی سچائی نے مسکیناں پہلوان کے دل پر گہرا اثر کیا۔ اس نے اس پربھی سے کہا۔ دیکھو اگر یہ بات ہے تو میں تمھارا ساتھ دوں گا۔ یعنی کشتی لڑتے وقت مَیں جان بُوجھ کر نیچے گر جاؤں گا اور تمھاری جیت کا اعلان ہو جائے گا۔ اس کے بعد راجہ سے ایک ہزار رُوپے کا انعام لے کر ہم دونوں تمھارے گُورُو مہاراج کے چرنوں میں چلیں گے بس اگر تم مجھے اپنے گُورُو دیو کے درشن کرانے کا وعدہ کرو۔ تو مَیں تمھاری خاطر اپنی شہرت میں بٹہ لگانے کو بھی تیار ہوں۔ گورکھ نے یہ بات منظور کر لی۔

چنانچہ ویسا ہی ہوا کُشتی میں مسکیناں ہارا اور وہ گورکھ جیت گیا شرط کے مطابق ایک ہزار روپے لے کر وہ دونوں اُسی سیوک کے ہمراہ، جو گُورُو مہاراج کا پیغام لایا تھا، وہاں سے چل کر شری گورو جی کے چرنوں میں آئے۔ وہاں ان لوگوں نے سب ماجرا گورو جی کے گوش گذار کیا۔ شری گورو صاحب اُن دنوں گورو گرنتھ صاحب لکھ رہے تھے۔ یہ قصہ سُن کر اُنھوں نے بچن فرمایا:

؎ سُکھی بسے مسکینیاں۔ آپ نوار تلے
بڑے بڑے اہنکاریا۔ نانک گرب گلے (سُکھمنی صاحب)

مطلب:- وہ مسکین اور غریب شخص ہمیشہ سُکھی رہتا ہے جو غرُور کو چھوڑ کر خود کو نیچے گراتا ہے دوسری طرف بڑے بڑے کہلانے والے مغرُور لوگ اپنے غرُور کے سبب تباہ ہو جاتے ہیں“۔

اس جھوٹی اور ناپائیدار دُنیا کا غرُور بے جا ہے۔ اس سے حاصل کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ دُنیا کسی کی بننے والی نہیں ہے۔ فقیروں کا کلام ہے:-

؎ مکن تکیہ بر دہرِ ناپائیدار　　زِ سعدی ہمیں یک سخن یاد دار (شیخ سعدی صاحب)

مطلب :۔ "شیخ سعدی صاحب کا کہنا ہے، کہ میری ایک نصیحت ہمیشہ یاد رکھو، کہ ناپائیدار اور فانی دُنیا پر کبھی بھول کر بھی بھروسہ مت کرو۔"

گور بانی میں بچن ہے :۔

موتی تہ مندر اُوسرے ۔ رتنی نہ ہوئے جڑاؤ
کستور کُنگو اگر چندن ۔ لیپ آوے چاؤ
مت دیکھ بھولا وِسیرے ۔ تیرا چِت نہ آوے ناؤ ۔ (۱)
ہر بن جیو جل بل جاؤ
میں اپنا گُور پُوچھ دیکھیا ۔ اور ناہیں تھاؤ (اک رہاؤ)
دھرتی تہ ہیرے لال جبڑتی ۔ پلنگھ لعل جڑاؤ
موہنی مُکھ منی سوہے ۔ کرے رنگ پساؤ
مت دیکھ بھولا وِسیرے ۔ تیرا چِت نہ آوے ناؤ (۲)
سِدھ ہوواں سِدّھی لائی ۔ رِدّھ آکھاں آور
گُپت پر گٹ ہوئے بیساں ۔ لوک رکھے بھاؤ
مت دیکھ بھولا وِسیرے ۔ تیرا چت نہ آوے ناؤ ۔ (۳)
سُلطاں ہوواں میل لشکر ۔ تخت راکھاں پاؤ
حُکم حاصل کری بیٹھا ۔ نانکا سبھ واؤ
مت دیکھ بھولا وِسیرے ۔ تیرا چت نہ آوے ناؤ (۴)
(سِری راگ ۔ محلہ ۱)

مطلب :۔ اگر موتیوں کے محل بنکر تیار ہوں اور اُنکی دیواریں ہیرے رتنوں سے جڑی ہوں پھر اُن دیواروں پر بڑی محنت اور لگن کے ساتھ کستوری چندن اور اگر وغیرہ خوشبودار سامگریوں کے پلستر کئے جائیں مگر اے انسان! خبردار کہیں ان چیزوں کے لوبھ میں پھنسکر تیرا چت نام کی کمائی سے غافل نہ ہو جائے" کیونکہ مالک کے نام کی کمائی کے بغیر جیو لوک پرلوک میں دکھی رہتا ہے۔

ہیں نے اپنے گورو دیو سے پوچھ کر اس بات کا یقین کر لیا ہے کہ پرماتما کے نام کے بغیر جیو کے لئے سکھ کا اور ٹھکانہ نہیں ہے"۔

"اگر ہیرے لعل سے جڑی ہوئی تمام دھرتی اپنے قبضہ میں ہو۔ آرام کرنے کے لئے رتنوں سے جڑے پلنگ اور مخملی بستر بچھائے گئے ہوں۔ ساتھ ہی دل لبھانے کے لئے سُندر استریاں سیوا میں حاضر ہوں۔ تو بھی اے انسان! خبردار کہیں ان سامانوں کے لالچ میں پھنس کر تیرا چت نام کی کمائی سے غافل نہ ہو جائے"۔

"خواہ رِدّھیاں سِدّھیاں بھی اپنے قبضہ اور اختیار میں ہوں۔ مرضی کے مطابق غائب اور ظاہر ہو سکنے کی طاقت بھی خواہ حاصل ہو جائے اور ان شُبدوں کو دیکھ کر تمام دُنیا عزت و تعظیم کرنے لگے گی۔ مگر اے انسان! خبردار کہیں ان باتوں میں بھول کر تیرا چت نام کی کمائی سے غافل نہ ہو جائے"۔

"اگر تمام دنیا کی بادشاہت بھی ہاتھ میں ہو۔ زبردست فوجیں اور لشکر اپنے پاس ہوں۔ جڑاؤ تخت پر بیٹھنا نصیب ہو۔ تمام دُنیا پر حکم چلانے کا اختیار بھی حاصل ہو، تو بھی ستگورو نانک دیو جی فرماتے ہیں کہ یہ سب جاہ حشمت اور عیش و عشرت کے سامان ہوا کے ایک جھونکے کی مانند اُڑ جانے والے ہیں۔ اس لئے اے انسان! خبردار کہیں ان چیزوں میں بھول کر تیرا چت مالک کے نام سے اور بھجن بندگی سے غافل نہ ہو جائے"۔

یاد رہے کہ مالک کے نام سے اور گورو کی آگیا وچن سے غفلت کرنا سخت نقصان اور گراوٹ کا باعث ہے۔ کتھا ہے کہ جب بھگوان رام جی اپنے بھائی لکشمن اور اپنی پتنی سیتا جی کے ساتھ بن باس میں تھے اور پنچ وٹی میں کُٹیا بنا کر رہتے تھے۔ تب سیتا جی کو چرانے کی نیت سے راون نے ماریچ نامی راکشس کو سونے کا ہرن بنا کر وہاں بھیجا۔ سیتا جی کے اصرار پر بھگوان رام اس ہرن کا شکار کرنے کُٹیا سے دُور نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد

مارِیچ نے بھگوان رام کی آواز میں کراہتے ہوئے لکشمن کو آواز دی۔ لکشمن اور سیتا اس فریب کا شکار ہو گئے۔ یہ آواز سُن کر سیتا جی نے لکشمن کو شری رام جی کی مدد کے لئے جانے پر مجبور کیا۔ لکشمن جی کُٹیا سے باہر جاتے وقت دروازے کے باہر ایک لکیر کھینچ کر چھوڑ گئے اور سیتا جی کو سخت ہدایت کر گئے کہ اُن کے واپس آنے سے پہلے اس لکیر سے باہر قدم نہ رکھنا۔

لکشمن جی کے جانے کے بعد راون جو نزدیک ہی کہیں چھپا ہوا تھا۔ براہمن کی صُورت بنا کر کُٹیا کے دروازے پر آیا اور اُس نے سیتا جی سے بھکشا مانگی۔ سیتا جی نے کُٹیا میں سے مُٹھی بھر اناج لیا اور بھیک دینے کو باہر آئی۔ راون کو براہمن جان کر اُس نے لکیر سے باہر قدم رکھنے میں کسی طرح کا خطرہ نہ سمجھا۔ لیکن لکیر سے باہر قدم رکھتے ہی راون اُسے زبردستی اُٹھائے گیا۔ لکیر کے اندر پاؤں رکھنے کی ہمت تو راون میں نہیں تھی۔ مگر لکیر سے باہر آتے ہی سیتا جی راون کے قبضے میں پھنس گئی۔

اسی طرح گُورو کی آگیا او ر بچن کی لکیر سے باہر قدم رکھتے ہی سیوک پر کال کا وار چل جاتا ہے اور وہ اُس کے پھندے میں پھنس کر بے بس ہو جاتا ہے۔

ست پُرشوں کا کتھن ہے:-

...(دوہا)...

گورکا شبد اُلنگھ کر جو سیوک کہیں جائے
جہاں جائے تہاں کال ہے کہیں کبیر سمجھائے

(شری کبیر صاحب)

مایا اور کال کا چکّر سنسار میں ہر وقت چل رہا ہے۔ سیتا دُوبی شرتی کال

روپی راون کے پھندے میں پھنس گئی ہے۔ مالک کے چرنوں کا پریم اور بھگتی ہی اسے کال کے پھندے سے آزاد کرا سکتے ہیں۔

انسان کے پاس خواہ ہر قسم کی دُنیاوی طاقتیں ہوں۔ تاہم اکال کے چرنوں کا پریم اگر دل میں نہیں، تو سنتوں نے اُسے مُردہ کی مانند کہا ہے:-

(دوہا)

اتی سُندر کُلین چتُر مُکھ گیانی دھنونت
مِرتک کہئے نانکا جنھ پریت نہیں بھگونت

(گُور بانی)

مطلب:- انسان خواہ نہایت حسین وجمیل ہو۔ اعلےٰ خاندان میں پیدا ہوا ہو۔ نہایت عقلمند اور ہوشیار ہو۔ عالم فاضل ہو اور دھنوان بھی ہو لیکن اگر اُس کے دل میں مالک کا پریم نہیں ہے تو سری گُورو نانک دیوجی کا فرمان ہے کہ اُسے مُردہ کہنا ہی واجب ہے۔"

راون نے کتنی گھور تپسیا کی تھی۔ مگر من مت سے کی تھی اس لئے اہنکار پیدا ہوا، اور اہنکار نے اُسے تباہ کر دیا۔ گُورمکھوں کو ہمیشہ اہنکار سے دُور رہنا ہے اور حلیمی کو اختیار کرنا ہے۔

جیسا کہ سنتوں نے کہا ہے:-

ے من مت توُں مان کر جے ہوُں کچھ جاندا۔

گُورمُکھ نمانا ہو رہو۔

ہو نمانا ستگُور آگے مت کچھ آپ لکھاویں

اپنے اہنکار سب جگت جالیا مت توُں بھی اپنا آپ گنواویں۔

ستگورو کے بھانے کریں کار۔ ستگورو کے بھانے لاگ رہو۔
ایوں کہے نانک آپ تج سُکھ پاویں۔ من بنانا ہور ہو۔ (گوربانی)

کہنے کا مقصد یہ کہ دل سے سب طرح کے ابھمان کو تیاگ کر ہی انسان سُکھی رہ سکتا ہے۔ اہنکار یعنی گھمنڈ نے تو بڑے بڑوں کو تباہ کر دیا۔ اپنی عقل اور چترائی کا گھمنڈ بھول کر بھی نہ کرو۔

شری بھگوان فرماتے ہیں:-

؎ عقل و دل دونوں کو تو میرے تصور میں لگا
راز کھُل جائے گا تجھ پر منزلِ مقصود کا (گیتا)

مطلب:- "بھگت ارجن کو سمجھاتے ہوئے بھگوان کہتے ہیں کہ تو عقل اور دل دونوں کو ہی میرے تصور میں گم کر دے یعنی عقل کو میرے ارپن کر دے۔ تب میری منزل تک پہنچنے کا راز تجھ پر خود بخود کھُل جائے گا۔"

عقل اور چترائی کا غرور چھوڑ کر، یعنی خودی کو مٹا دینے سے ہی مالک کو پایا جا سکتا ہے۔ یعنی جو اپنی ہستی کو مٹاتا ہے، وہ کچھ بن کر دکھاتا ہے۔ جیسے دانہ خاک میں مل کر ہرا بھرا پودا اور پھل پھول سے بھرپور بنتا ہے۔

؎ مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گلِ گلزار ہوتا ہے

اہنکار۔ خودی اور غرور کی میل کو دھو کر من کو نرمل اور پوتر بناتا ہے۔ کیوں کہ مالک کو نرمل اور پوتر من رکھنے والا بھگت ہی عزیز ہے۔ بھگوان خود فرماتے ہیں:-

؎ نرمل من جن سو موہی پاوا موہی کپٹ چھل چھدر نہ بھاوا (شری رامائن)

مطلب :- "شری بھگوان کا ارشاد ہے کہ جو نرمل من رکھنے والا بھگت ہے، وہی مجھے پیارا ہے اور وہی مجھے پا سکتا ہے کیونکہ چھل، فریب اور کپٹ وغیرہ کو میں پسند نہیں کرتا۔"

جب تک جیو اپنے من سے چھل فریب اور کپٹ کی میل کو نہیں دھوتا، مالک کے دھیان میں چت کا لگنا ناممکن ہے۔ کام، کرودھ۔ لوبھ، موہ، اہنکار وغیرہ کا رخ پلٹ دینے سے انسان سُکھی ہو سکتا ہے۔ مایا کو بھی بھگتی کی طرف لگانے سے انسان مایا سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

(دوہا)

مایا دو پرکار کی دوؤ چلائے راہ۔
ایک ملاوے رام سے اک نرک لے جاہ۔

اس لیے مایا سے مناسب کام لیتے ہوئے بھگتی کا لابھ حاصل کرنا ہے اس میں غفلت ہرگز نہ ہونی چاہیئے۔ اسی وقت میں اپنا کام بنانا ہے۔

راون نے بھی بعد میں افسوس کیا تھا، جیسا کہ اُس نے مرتے وقت لکشمن جی سے کہا تھا کہ غفلت اور ٹال مٹول میں پڑا رہ کر میں دو ایسے کام نہ کر سکا، جن کے کرنے کا میرا ارادہ تھا، اب حسرت دل میں لئے جا رہا ہوں اور پچھتا رہا ہوں۔

گورمکھ کو چاہیئے کہ غفلت میں وقت کو ہرگز نہ گنوائے۔ نام کی کمائی، اور بھجن بندگی میں من لگا کر اس جنم کا لابھ اُٹھانا ہے۔ اہنکار اور خودی کو دل سے دُور کر کے نمرتا اور سچائی کے ساتھ بھگتی میں دل کو لگا دینا ہے۔ یہی بھجن بندگی ہی جیو کی حقیقی پونجی اور پرلوک کا توشہ ہے۔

(اِتی شُبھم بھوتو)

# آنند ساگر

یہ سنسار کیا ہے؟ منش کیوں اِس سنسار میں آیا ہے؟ مانش جیون کا پرم اُودیشیہ (بڑا مقصد) کیا ہے؟ اُس مقصد کو پانے کے لئے ذریعہ اور سادھن کیا ہے؟ اپنے آپ کی پہچان اور اصلیت کی کھوج کا ٹھیک ٹھیک راستہ کونسا ہے؟ جنموں سے بچھڑا ہوا جیو اپنے مالک سے کیونکر مِل سکتا ہے؟ بندھن کیا ہے اور موکش کیا ہے؟ بندھن سے چھٹکارا پانے یا موکش پراپت کرنے کا سرل مارگ کونسا ہے؟ ستگورو کی انسان کو کیوں ضرورت ہے؟ اور انسان کس طرح روحانیت یا بھگتی کے مارگ میں سپھل منورتھ ہو سکتا ہے؟ یہ اور ایسے ہی کچھ اور پرشن بھی ہیں جو قریب قریب ہر اُس انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ جسے تھوڑی بہت بھی روحانی لگن ہوتی ہے۔ اگر آپ ان سبھی پرشنوں کے اُتّر سنتوں مہاپرشوں کی بانیوں تتھا مانے ہوئے پرسِدّھ گرنتھوں اور شاستروں کے بچنوں دُوارا جاننا چاہتے ہیں تو آنند ساگر پڑھیئے یہ پرسدھ گرنتھ کیا ہے؟ آپ کو گھر بیٹھے رُوحانی غذا پہنچانے کا انتظام ہے بھگتی اور پرمارتھ کے ابھلاشیوں کے لئے یہ ایک اُنوپم اُپھار (نایاب تحفہ) ہے اِس پرسِدّھ گرنتھ کے کئی بھاگ ہوں گے۔ جن میں سے پہلا بھاگ چھپ کر تیار ہے۔ یہ سندر گرنتھ کیول ہندی بھاشا میں چھپوایا گیا ہے، اس لئے پریمی جن فقط ہندی میں ہی آرڈر دیں۔ نہایت بڑھیا سفید کاغذ پر عمدہ اور خُوبصورت چھپائی۔ گتے کی مضبُوط جلد اور آرٹ پیپر کے رنگین ٹائیٹل کے ساتھ یہ اپُورو گرنتھ آنند ساگر (بھاگ پہلا) صرف چار روپے میں دیا جائے گا۔ ڈاک خرچ بذمّہ خریدار۔ قیمت صرف چار روپے۔

ملنے کا پتہ:- کاریالیہ آنند سنا پبلش پوسٹ شری آنند پور ضلع گنہ (مدھیہ پردیش)

# بھگتی دیپک

## پرمارتھ کے راستے پر چلنے والوں کیلئے روشنی کا مینار

بھگتی دیپک کے مطالعہ سے آپ کو کیا حاصل ہو سکتا ہے؟ اس کے بارے میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ جیو۔ جو جنم جنموں سے موہ اور مایا کے اندھیرے میں بھٹکتا اور ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ بھگتی دیپک کے پڑھنے سے ہی من کا سب اندھیرا خود دُور ہو جاتا ہے اور جیو کو آتم گیان کی روشنی حاصل ہوتی ہے۔ رُوحانی لابھ حاصل کرنے کے ایسے بھید اس میں کھولے گئے ہیں۔ جس کی جگیاسو کو حد سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ بھگتی دیپک کی تشریح کتنی آسان ہے۔ اس کی واقفیت پستک کے پڑھنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ بھگتی دیپک میں دیئے گئے پرمان اور درشٹانت اتنے پُرکشش ہیں کہ کئی دفعہ بھگتی دیپک کو پڑھنے پر بھی انسان کے من کی بھوک نہیں مٹتی۔ حد سے زیادہ مانگ ہونے کی وجہ سے بھگتی دیپک کو ہندی و اردو دونوں بھاشاؤں میں چھپوایا گیا ہے۔ سفید بڑھیا کاغذ پر خوبصورت چھپائی و مضبوط جلدیں تیار کرائی گئی ہیں۔

قیمت صرف تین روپے، ڈاک خرچ ڈیڑھ روپیہ۔

ملنے کا پتہ

کاریالیہ آنند سندیش، ڈاکخانہ شری آنندپور ضلع گنہ (ایم پی)